چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

مولانا رومؒ

پنج پیری حضرات

یعنی

مماتی ٹولہ

دیوبندی نہیں

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد سردار صاحب دامت برکاتہم
مفتی دار العلوم عربیہ ٹل ضلع ہنگو صوبہ سرحد

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

(مولانا رومؒ)

پنج پیری حضرات دیوبندی نہیں

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد سردار صاحب دامت برکاتہم

ابوالحسن معاویہ سلفی

دارالعلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل وضلع ہری پور

مفتی دارالعلوم عربیہ ٹل ضلع ہنگو صوبہ سرحد

فہرست

ابوالحسن معاویہ سلفی

دارالعلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل وضلع ہری پور

باعث تحریر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد

باعث تحریر اینکہ قال صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ مسلم شریف ص ۵۴ ج ا۔دین خیر خواہی ہے۔قلنا لمن قال للہ ولکتابہ ولرسولہٖ ولائمۃ المسلمین و عامتھم :شارح نواوی نے اس کی مکمل تشریح کی ہے۔بندہ صرف:وعامتھم کی تشریح نقل کرتا ہے۔وام نصیحۃ عامۃ المسلمین وھم من عداولاۃِ الامر فارشادھم لمصالحھم فی آخرتھم و دنیا ھم و کف الاذی عنھم فیعلمھم ما یجھلونہ من دینھم و دنیا ھم...... وامرھم بالمعروف و نھیم عن المنکر برفق و اخلاص...... وان یحب لھم ما یحب لنفسہ من الخیر و یکرہ لھم ما یکرھہ لنفسہ الخ سواس رسالہ کے بعض حصہ کے تحریر کا سبب طلباء علوم دینیہ کے سوالات تھے کہ پنجپیری حضرات دیو بندی ہیں یانہیں بعض حصے کے تحریر کا سبب یہی حدیث تھا۔کیونکہ اس میں ہے الدین النصیحۃ و ان النصیحۃ لعامتھم ان یحب لھم ما یحب لنفسہ من الخیر ویکرہ لھم ما یکرھہ لنفسہ: اپنے لئے دیو بندیت پسند کرتا تھا اسلئے بندہ کی طرح نئے طلباء کرام کو بھی ان مسائل میں دیو بندیت کا نشاندہی کر دی تا کہ وہ علم دین کے ابتدائی مراحل میں صحیح سمت پر گامزن ہو جائے اور پنجپیریت وغیرہ کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا تھا اس لئے اپنے محترم طلباء کرام بھائیوں کو بھی اس سے منع کیا تا کہ وامرھم بالمعروف ونھیھم عن المنکر برفق کے فریضے کا حق بھی ادا ہو جائے ویکرہ لھم ما یکرھہ پر عمل بھی ہو جائے۔دیو بندیت کو ویسے ہم نے پسند نہیں کیا ہے بلکہ جس طرح حنفیت کو ہم نے دلائل کی قوت کیوجہ سے قبول کیا ہے اس طرح دیو بندیت کو بھی ہم نے قرآن؛

احادیث تاریخی واقعات کیوجہ سے قبول کیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا حکم ہے: صراط الذین انعمت علیھم الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء والصالحین ۔انبیاءؑ کے سواتینوں صفات قافلہ دیوبندیت میں پائے جاتے ہیں۔ فاسئلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ٥ واتبعو ا سبیل من اناب الی اکابرین دیوبند علم وعمل انابت الی اللہ کے مجسمے تھے۔ آج بھی اگر بندہ جیسے نالائق بخاری شریف، ترمذی شریف وغیرہ فقہ اور تفسیر کا درس دیتا ہے تو یہ اللہ کے فضل اور انہی حضرات کی کاوش علمی کا ثمرہ ہے کہ انہوں نے شروح وحواشی، فتاوٰی جات لکھ کر ہمارے لئے درس وتدریس فتاوی جات کی خدمت سرانجام کرنے کا سامان مہیا کیا ورنہ من آنم کہ من دانم:

دعا میں حضرت شیخ محمد زکریاؒ کا اتباع کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے اپنے پاک رسول ﷺ کے طفیل سے جو لغزشیں اس میں ہوئی ہوں اُن کو معاف فرمائے: اللہ تعالیٰ بندہ کیلئے بندہ کے والدین، اساتذہ کرام، احباب ساری امت کیلئے دارین کے کامیابی کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین: بندہ ناچیز محمد سردار عفی عنہ: فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ومتخصص فی الفقہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴ حالاً مقیم دارالعلوم عربیہ ٹل ۔ ۷ ا ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

تقریظات

تفریظ شیخ المشائخ تلمیذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث مولانا مغرالحق صاحب دامت برکاتہم فاضل دارالعلوم دیوبند شیخ الحدیث دارالعلوم عربیہ ٹل

بندہ نے اس رسالہ کے مختلف مقامات دیکھے صحیح اور مسلک دیوبندی کے مطابق پایا۔

معزالحق مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

تقریظ حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب دامت برکاتھم العالیہ

شیخ الحدیث بجامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور

(خریج الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله، و الصلاة و السلام على سيدنا رسول الله، نبينا و مولانا محمد بن عبدالله، وعلى آله و صحبه و من والاه، و على من اتبع هدیه فی شئون حیاته و هواه،

وبعد وقد طالعت شیئا فی مقالة اخینا فی الله المفتی محمد سردار المحترم "حفظه الله تعالےٰ" فی موضوع حیاة الانبیاء الکرام فی عجلة المتوفز فوجدتها طبقاً لما علیه مشائخنا الکرام من علماء دیوبند "کثر الله تعالیٰ امثالهم" فی ما کتبوه حول هذا الموضوع کالهند علی المفند و تسکین الصدور وما الی ذالک من مقالات حکیم الامة التهانوی و شیخ الاسلام المدنی و الشیخ العثمانی و الافغانی رحمهم الله تعالیٰ جمعیا" وارجو ان ینفع

الله تعالی بها الناشئة من الطلبة والعلماء والمسلمین عامة انه ولی ذلک والقادر علیه

محمد حسن جان

تقریظ: مولانا محمد عثمان شاہ صاحب مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ ربیع الاسلام لکی بنوں بن مولانا محمد ربان شاہ مرحوم (فاضل دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً.

مفتی محمد سردار صاحب دامت برکاتہم نے اُمت مسلمہ کی خیر خواہی کی بنیاد پر جو حقیقت واضح کیا ہے کہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں یہ اُصولاً بالکل درست ہے کیونکہ یہ بدیہی (آشکارا) بات ہے کہ ہر پنجپیری وہابی (۱) ہے اور یہ بھی بدیہی (آشکارا) بات ہے کہ کوئی وہابی (۲) دیوبندی نہیں، نتیجہ خود بخود یہ نکلتا ہے کہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں۔

مسلک اہل السنّت والجماعت میں اہل اللہ (انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین) کے بارے میں نہ تقصیر کی گنجائش ہے اور نہ غلو کی اسلئے مذکورہ مسلک میں نہ وہابیت، پنجپیریت کی گنجائش ہے اور نہ بریلویت کی۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ نے تو فتاویٰ رشیدیہ میں ابن عبدالوہاب

---

(۱) ملاحظہ ہو ملا پنجپیر کا ابن عبدالوہاب کے ساتھ اظہار عقیدت: "واختص للحرمین الشریفین وبلاد العرب الشیخ القدوۃ ناصر السنۃ قامع الشرک والبدعۃ الامام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب النجدی ولد فی العیینۃ ۱۱۱۵ھ وتوفی فی الدرعیۃ ۱۲۰۶ھ نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ فانحرم اہل الکفر والبدعۃ بالحجج الحسنۃ والالسنۃ القاطعۃ واللسان الصادقۃ وجاهد حق جهادہ الخ (مقدمہ کشف الشبہات ملا پنجپیر) ملا پنجپیر کی یہ عبارت اگرچہ قواعد عربیت سے مخالف ہے لیکن یہاں جو عقیدہ ...

(۲) ملاحظہ ہو المہند علی المفند ص ۳۶۔ علمائے دیوبند فرماتے ہیں: "ہمارے نزدیک ان (وہابیوں) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا

نجدی کی توثیق کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس قول سے الکوکب الدری ص ۳۴۵ ج ۲ میں رجوع کیا ہے اور اعتبار مرجوع الیہ قول کو ہوتا ہے نہ قول مرجوع عنہ کو۔

تنبیہ: ہم اپنے علاقے میں دیکھتے ہیں کہ مروجہ تبلیغی جماعت والے ذمہ دار حضرات بھی پنجپیریوں کی برملا تائید کرتے ہیں اور پنجپیریوں کیطرح علمائے مسلک اہل السنت والجماعت دیوبند سے مخالفت کرتے ہیں اور پنجپیریت کیلئے راستہ ہموار کرتے ہیں لہذا یہ بات بروقت واضح ہو کہ جو کوئی بھی پنجپیریوں کی تائید کرتے ہیں اور پنجپیریت کیلئے راستہ ہموار کرتے ہیں وہ بھی پنجپیریوں کیطرح نہ دیوبندی ہیں اور نہ اہل السنت والجماعت ہیں بلکہ مبتدعین ہیں۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کا اہل السنت والجماعت کے ساتھ موازنہ

اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام کا تقاضا تو یہ تھا کہ اشاعت والے سنت کاملہ (حدیث فعلی، حدیث قولی، حدیث تقریری) کی اشاعت کرتے لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ صرف حدیث فعلی ہی (جسکو وہ پیغمبرؐ کا طریقہ کہتے ہیں) کو حجت سمجھ کر اس کی اشاعت کرتے ہیں اور حدیث قولی وحدیث تقریری کی اضاعت کرتے ہیں تو ان کا کام ٹھہرا "اضاعت السنۃ بنام اشاعت السنۃ"۔ اسی طرح اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام کا تقاضا تو یہ تھا کہ اشاعت والے توحید کامل کی اشاعت کرتے لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ توحید ربوبیت یا توحید فی التصرف کو مؤحد بن جانے کا معیار سمجھ کر ایڑی چوٹی کا زور صرف توحید فی التصرف پر ختم کرتے ہیں اور توحید عبادت (یعنی نہیں کوئی عبادت کے لائق ماسوائے اللہ تعالیٰ کے) جو کہ مؤحد بن جانے کا معیار ہے، کو نظر انداز کرتے ہیں، تاآنکہ لا الہ الا اللہ کے مقصد سے بھی تصریح توحید عبادت نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے مقصد کو توحید ربوبیت یا توحید فی التصرف میں منحصر کرتے ہیں حالانکہ توحید ربوبیت یا توحید فی التصرف کو امور عظام میں مشرکین بھی مانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ توحید ربوبیت یا توحید فی التصرف کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن وہ مؤحد بن

جانے کا معیار نہیں اسلئے صرف اس پر اکتفاء درست نہیں تو یہاں بھی توحید عبادت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے انکا کام ٹھہرا ''اضاعت التوحید بنام اشاعت التوحید''۔ بقول مولانا روم صاحبؒ ان کا نقشہ کچھ یوں بنتا ہے۔

ظاہرش می گفت در رہ چست شو وز اثر می گفت جاں راست شو
ظاہر نقرہ سفیدست و منیر دست وجامہ زاں سیاہ گردد چوں قیر
آتش ار چہ سرخ رویست از شرر تو ز فعل او سیاہ کاری نگر

حاصل یہ ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ والے اسم بامسمّی نہیں ہیں، اب آیئے! اہل السنّت والجماعت کا حال دیکھئے۔ اہل السنّت والجماعت اسم بامسمّی ہے کیونکہ ان کے ہاتھ میں اہل السنّت کی تقاضا کے مطابق سنت کاملہ ہے یعنی وہ حدیث فعلی، حدیث قولی، حدیث تقریری سب کو حجت شرعیہ سمجھ کر سب کا لحاظ کرتے ہیں بلکہ حدیث فعلی اور حدیث قولی کے تعارض کے وقت حدیث قولی پر عمل کرتے ہیں اور حدیث فعلی کو نبی کریم ﷺ کا خاصہ سمجھتے ہیں اسی طرح ان کے ہاتھ میں توحید کامل ہے چنانچہ وہ توحید کاملہ کے ترجمان ہیں ملاحظہ ہو ''مہمات الاسلام ص ۴''۔ اسی طرح وہ ''الجماعت'' کی تقاضا کیمطابق اجماع اور قیاس کو بھی حجت شرعیہ مانتے ہیں اور ان دو دلائل سے ثابت شدہ مسائل کے بھی پابند ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے ساتھ صرف نام ہے حقیقت کاملہ نہیں حالانکہ نجات اور کامیابی حقیقت کاملہ پر موقوف ہے اور اہل السنّت والجماعت کے ساتھ نام اور حقیقت کاملہ دونوں موجود ہیں تو ثابت ہوا کہ اہل السنّت والجماعت ہی اہل حق ہیں۔

خاک شو مردانِ حق را زیر پا خاک بر سر کن حسد را ہم چوں ما

(مولانا رومؒ)

سو معلوم ہوا کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ والے نہ دیوبندی ہیں اور نہ اہل السنّت والجماعت میں داخل ہیں۔

(مولوی) محمد عثمان شاہ۔ ۱۷ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

تقریظ مولینا عبدالستار جان صاحب مہاجر شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری ضلع ہنگو

بسم اللہ ما اعظم شانہ:

قد طالعت هذه الرسالة المسماة به پنجپیری حضرات دیو بندی نهیں: فوجدتها موافقة لما علیه السلف الصالحون خصوصا الاحناف و علماء دیو بند رحمهم الله ونسال الله ان یتقبلها بقبول حسن و یجعلها نافعة لعامة المسلمین سیما للطلباء العظام وزاد الآخرة للمصنف و لاساتذه ولو الدیه ولعامة المسلمین. آمین ثم آمین.

بندہ عبدالستار جان مہاجر افغانستان

تقریظ: شیخ الحدیث مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی۔ مردان

جو لوگ عقائد علمائے دیو بند کو نہیں مانتے ہیں وہ قطعاً دیو بندی نہیں۔ باقی یہ ان کا پرانا حربہ ہے: الکذب شعارهم والافتراء دثارهم۔

مضمون صحیح ہے۔ فقط

(مولانا) حمد اللہ جان

مظہر العلوم ڈاگئی مردان (مہر)

تقریظ: شیخ الحدیث مولانا اخونزادہ حاجی محمد صدیق صاحب (M.N.A) وجملہ مدرسین جامعہ کاہی ہنگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

باعث تحریر اینکہ ہم جملہ مدرسین جامعہ دارالعلوم سراج الاسلام کاہی نے محترم حضرت مولنٰا مفتی محمد سردار صاحب کا تصنیف کردہ رسالہ بعنوان (پنج پیری حضرات دیوبند نہیں) خوب غور و خوض کیساتھ مطالعہ کیا جناب مفتی صاحب کے فرمودات اور مکتوبات سے ہم کافی مستفید اور مطمئن ہو گئے بے شک یہ رسالہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد رسالہ ہے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جناب مفتی صاحب کی قربانیاں اور علمی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔ ربِ کریم جناب مفتی صاحب کی علمی زندگی مزید بابرکت کردے تاکہ استفادہ کا تسلسل جاری رہے۔

اور ہماری دُعا ہے کہ ربِ کریم جناب مفتی کے فرمودات اور نیک جذبات سے علماء اور طلباء کے طبقے کو سیراب کردے اور پوری امت کیلئے ذریعہ خیر واجر بنادے (آمین ثم آمین)

(اخونزادہ حاجی محمد صدیق صاحب وجملہ مدرسین جامعہ کاہی)

تقریظ: شیخ الحدیث مولانا سیف اللہ صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فقد القیت نظری علی رسالۃ المحترم مولوی ومفتی محمد سردار صاحب

مدظلہ العالی فی مواضع معدودۃ فوجدتہا بحرا عمیقا ومُدَلَّلَةً بدلائلَ قویۃٍ

ظاھرۃ کالشمس فی النہار لا ینبغی منہا الانکار للعاقل ومن ینکرھا لا یکون

داخلا فی سلک اھل السنۃ والجماعۃ ولا یکون من الجماعۃ التی قال

النبی ﷺ (فی شأنہا) ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق

امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول

اللہ قال ما انا علیہ واصحابی. راواہ الترمذی ،

وانا العبد الضعیف خادم الحدیث فی جامعۃ العلوم الاسلامیۃ زرگری

سیف اللہ عفی اللہ عنہ جمیع سیاتہ آمین ثم آمین

۲۰۰۳/۱۲/۱۲ بمطابق ۱۸ر شوال ۱۴۲۴ھ

تقریظ: مولانا عبید اللہ شریف مہتمم جامعہ شریفیہ تیندو شریف صدہ۔ کرم ایجنسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمداً کثیراً والصلوۃ والسلام علی من بعث الی الناس بشیراً ونذیر وعلی الہ واصحابہ الذین اعتصموا بالدین غایۃ الاعتصام وبعد!

ہمیشہ غلط عناصر نے دین حق کے خلاف میدان میں آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن علمائے حق نے ان کی ایسی سرکوبی کی کہ سر اٹھانے کی نوبت کہاں بلکہ اپنی نظریات بغل میں لیکر زمین میں گھس گئے جیسے جبریہ، معتزلہ وغیرہ اسی طرح دور حاضر میں بھی کئی فرقوں سے علمائے دیوبند کی روپ میں علمائے حق کو سامنا ہے منجملہ ان میں سے ایک فرقہ پنج پیری حضرات کا ہے۔

ان حضرات نے جن مسائل کے متعلق سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے منبروں پر علمائے حق پر عوام کے اوڑھی ہوئی چادر اعتماد پھاڑنے کی غرض سے کذب وتہمت سے آلودہ زبانیں درازکی ہیں ان میں بعض بلکہ اکثر مسائل حق سے الگ تھلگ ہے جیسے حیات النبی ﷺ اور عذاب قبر وغیرہ۔

ان مسائل پر حضرت مولانا مفتی سردار صاحب مدظلہم العالی نے ایک تحقیقی رسالہ کی صورت میں روشنی ڈالی ہے جس کو میں نے انتہائی غور وفکر سے مطالعہ کیا آخر اس نتیجے کو پہنچا کہ جو مسائل اس رسالے میں مذکور ہیں یہی علمائے دیوبند کا مسلک ہے اور اسی پر سلف صالحین ہیں چنانچہ پنجپیری حضرات ان مسائل میں حق سے الگ تھلگ ہیں لہٰذا ان کا علمائے دیوبند سے کوئی علاقہ نہیں ہے انکی مثال ان مسائل میں اس بیچارے اجنبی کی سی ہے کہ اندھی اونٹنی پر سوار ہوکر سخت تاریکی رات وزوردار بارش میں سیدھے راہ سے بھٹک جائے ایسے آدمی کو اپنی منزل پہنچنے کے بجائے کسی مہلک گھاٹی پر ''ورود'' کے علاوہ کوئی چارہ نہیں فقط۔ عبیداللہ شریف (مہر)

تقریظ: مولانا سراج الدین صاحب مدرس دارالعلوم عربیہ ٹل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

میں نے یہ رسالہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں ابتداء سے انتہاء تک مطالعہ کیا ماشاء اللہ۔ اخونا فی اللہ مفتی محمد سردار صاحب نے اس رسالہ میں جن اکابرین کی اقوال نقل کیا ہے یہ بالکل صحیح ہیں اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کاوش کا جزائے خیر عطا فرمائے یہی دیوبندیت ہے جو بھی اس کا مخالف ہو اسکو حق نہیں کہ اپنے آپ کو دیوبندی کہے کیونکہ دیوبندیت ایک رسمی نام نہیں بلکہ مخصوص عقائد حقہ، اخلاق حسنہ اور نیک کردار کا نام ہے۔

(مولوی) سراج الدین

تقریظ: مولانا عطاء الرحمن خلیلی استاد دار العلوم عربیہ تل

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

میں نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ اول سے آخر تک حرفاً حرفاً پڑھا الحمدللہ بہت استفادہ ہوا سب سے اول رسالے کے وقعت اور عظمت کیلئے یہ کافی ہے کہ یہ حضرت مفتی صاحب کی تالیف ہے حضرت نے بڑی محنت، جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے اور اتباع سلف صالحین اور مذہب جمہور فقہ حنفی کی روشنی میں ہر مسئلہ ادلہ کثیرہ سے ایسا مبرہن کیا ہے کہ اس سے زائد کی گنجائش نہیں ہر منصف کو اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

بندۂ شرمسار نے رسالے کو بہت دلنشین اور تبرید بصر پایا، اگرچہ آنجناب جیسے شخصیت کے بارے میں کچھ کہنا گستاخی ہے جس کے اخلاص، تواضع اور بے لوث مجاہدہ سب مان چکے ہیں مگر تعمیل حکم کے بنیاد پر کچھ معروضات پیش کروں گا۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ سب کے نزدیک متفق تھا شہداء کی حیات عبارۃ النص سے اور انبیائے کرامؑ کی حیات دلالۃ النص سے ثابت تھے اور اس پر بہت احادیث بھی موجود ہیں جن میں سے ایک دو یہاں ذکر کرتا ہوں: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" اور اسی طرح: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" چونکہ انبیائے کرام کا حیات اقوی ہے کہ اس پر دنیاوی بعض احکامات بھی جیسے عدم نکاح بالازواج المطہرات اور عدم توریث مرتب ہے لیکن بعض کج بختوں اور کج فہموں زائغین نے اس مسئلے کو آماجگاہ بنا دیا ہے۔

۴۴۵ھ میں فرقۂ کرامیہ نے اہل السنّت والجماعت پر افتراء کا ایک طوفان اُٹھایا تھا انہوں نے اپنے فساد اور عناد اہل حق کی وجہ سے اولاً اہل السنّت پر یہ الزام لگایا کہ اہل السنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ میت مرنے کے بعد علم و ادراک سے بے نصیب ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ میت سے ایمان بھی مسلوب ہو جاتا ہے کیونکہ ایمان علم و معرفت کا ہی نام ہے اور یہ بھی لازم آئیگا کہ نبی ﷺ بھی بعد الموت نبوت سے معزول ہو جائے کیونکہ نبوت کا ثمرہ بھی علم و معرفت ہے امام بیہقیؒ اور امام قیشریؒ نے یہ مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ان الزامات کی تردید میں رسائل تحریر فرمائے ان رسائل میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل السنّت کے نزدیک تو میت صاحب ادراک و احساس وجود کے ساتھ قبر میں زندہ ہونا مسلّم ہے کیونکہ عذاب و ثواب قبر جو متوارثاتِ شرعیہ میں سے ہیں اس کا ترتب بدون حیات متعذر ہے انبیائے کرام ﷺ کا حیات فی القبر مع بقائے اجساد مطہرہ اہل السنّت کا متفقہ عقیدہ ہے جن پر بہت سے مسائل موقوف ہیں جیسے سفر بقصد زیارت الی قبر النبی ﷺ و عرض اعمال امت، توائسل بسید الانبیاء ﷺ۔

یہ رسائل میرے پاس موجود بھی ہیں اور طبقات شافعیہ الکبریٰ کے حوالے سے سنا بھی ہیں یہ مسئلہ ضروریات دین میں ایک اجماعی مسئلہ ہے حتیٰ کہ علامہ تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ مداخل شرک اور کتاب الروح میں موافقت ظاہر کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس پر فتن دور میں بعض قاصرین فی العلم نے اپنے متواحدانہ نشہ میں آ کر بعض مستحبات کو بھی شرک قرار دیا اور اس قدر غلو اور تجاوز کیا ہے کہ حیات الانبیاءؑ جیسا عقیدہ معرکۃ الاراء بنا دیا اور صدیوں مردہ کرامیہ کی یاد تازہ کیا سیّدی و سندی حضرت مفتی صاحب نے جب اس شرذمۂ قلیلہ کے ان ہنگامہ آرائیوں کو دیکھا تو حفظِ دین اور عقیدہ اجماعیہ کے تحفظ کیلئے دلائل کا انبار لگا دیا ہے تا کہ متعصب بھی اقرار پر مجبور ہو جائے الحمدللہ جیسا دل چاہتا تھا یہ کام انجام پا گیا۔

علمائے حق مسلمانوں کے ایمان کے محافظ ہیں حضرت مفتی صاحب نے اس حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کو فتنہ اعتزال اور خارجیت سے اور اہل السنت والجماعت حنفی دین کا عظیم وحدت توڑنے سے ایک حاجز حصین کردیا۔

جزاهم عنا وعن سائر المسلمين احسن الجزآء وتقبلها الله تعالى قبولا حسنا

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين .

هذاماحرره العبد الجانى عطاء الرحمن الخليلي

خادم دار العلوم العربية ٹل

تقریظ: مولوی عزیز الرحمان مدرس دار العلوم شریفیہ تیندوکرم ایجنسی

بسم الله الرحمٰن الرحيم O

الحمد لله حمدًا كثيرًا اما بعد

ما احسن ما اتیٰ به استاذ نا واستاذ العلماء فقيه العصر مفتى محمد سردار صاحب نائب شيخ الحديث دار العلوم عربيه ٹل.

مولوی عزیز الرحمان مدرس دار العلوم شریفیہ تیندوکرم ایجنسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبذۂ از

"پیش لفظ"

(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم)

"دین اسلام" جس کی تشریح وتعبیر علمائے دیوبند ہی نے ایک ایسی انداز میں پیش کی جو نہ افراط کی محتمل ہے اور نہ تفریط کی اور اسی وجہ سے اس کو تمام مسلمانوں میں تلقی بالقبول نصیب ہوئی تھی کہ جب عام مسلمانوں کو کوئی دستور علمائے دیوبند کی حوالے سے پیش کیا جاتا ہے تو وہ بلاتأمل اس کو اپنے لئے لائحہ عمل بنا کر اس میں تنقیص اور تشکیک کے درپے نہیں ہوتے گویا کہ "دیوبندیت" ان کے ہاں ایک ایسا مسلک ٹھہرا جو کہ ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہے۔

اس حقیقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بعض عناصر نے اپنی باطل عقائد ونظریات کو عوام میں مقبول بنانے کیلئے "دیوبندیت" کا نام استعمال کیا جس سے عام مسلمانوں پر ایک التباس سا بن گیا اور اصل دیوبندیت اور نام نہاد دیوبندیت کی تمیز مشکل ہو گیا لیکن الحمد للہ کہ علمائے دیوبند نے اپنا مسلکی مزاج ومذاق کا ذائقہ چھکا دینے کیلئے وقت بروقت ایسے تصنیفات کئے جس سے اصل دیوبندیت ملتبس نہیں رہا اور باطل نظریات کے حاملین کی قلعی کھل جاتی رہی۔ رسالہ ھذا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں بندہ نے اپنے ٹوٹے پوٹے الفاظ میں مسلک مذکور

کی حفاظت کی ہے۔ اس سلسلے میں پہلے پہل مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا وہ مقدمہ ملاحظہ ہو جس کو انہوں نے قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے آخری تصنیف "علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج" کیلئے لکھا ہے چنانچہ مفتی صاحب حمد وصلوۃ کے بعد فرماتے ہیں:

علمائے دیوبند کے مسلک کی تشریح وتوضیح کیلئے اصلاً کسی الگ کتاب کی تالیف کی چنداں ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ علمائے دیوبند کوئی ایسا فرقہ اور جماعت نہیں ہے جس نے جمہور امت سے ہٹ کر فکر وعمل کی کوئی الگ راہ نکالی ہو بلکہ اسلام کی تشریح وتعبیر کیلئے چودہ سو سال میں جمہور علمائے امت کا جو مسلک رہا ہے وہی علمائے دیوبند کا مسلک ہے دین اور اسکی تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ قرآن وسنت ہے اور قرآن وسنت کی تمام تعلیمات اپنی جامع شکل وصورت میں علمائے دیوبند کی مسلک کی بنیاد ہے۔

اہل السنّت والجماعت کے عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اُٹھا کر دیکھ لیجئے اس میں جو کچھ لکھا ہوگا وہی علمائے دیوبند کے عقائد ہیں، حنفی فقہ اور اصول فقہ کی کسی بھی مستند کتاب کا مطالعہ کر لیجئے اسمیں جو فقہی مسائل واصول درج ہونگے وہی علمائے دیوبند کا فقہی مسلک ہیں۔ اخلاق واحسان کی کسی بھی مستند اور مسلّم کتاب کی مراجعت کر لیجئے وہی تصوف اور تزکیہ اخلاق کے باب میں علمائے دیوبند کا مأخذ ہے۔ انبیائے کرام اور صحابہ کرامؓ وتابعینؒ سے لے کر اولیائے اُمت اور بزرگان دین تک جن جن شخصیتوں کی جلالت شان اور علمی وعملی قدر ومنزلت پر جمہور اُمت کا اتفاق رہا ہے وہی شخصیتیں علمائے دیوبند کیلئے مثالی اور قابل تقلید شخصیتیں ہیں۔

غرض دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں علمائے دیوبند اسلام کی موروث ومتوارث تعبیر اور اسکی ٹھیٹھ مزاج ومذاق سے سرمو اختلاف رکھتے ہوں اسلئے ان کے مسلکی تشریح وتوضیح کیلئے کسی الگ کتاب کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان کا مسلک معلوم کرنا ہو تو وہ تفصیل کے ساتھ

تفسیر قرآن کی مستند کتابوں، مسلم شروح حدیث، فقہ حنفی، عقائد وکلام اور تصوف واخلاق کی ان کتابوں میں درج ہے جو جمہور علمائے اُمت کے نزدیک مستند اور معتبر ہیں لیکن اس آخری دور میں دو اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب اور دینی مزاج ومذاق کو ایک مستقل تالیف کی صورت میں واضح کیا جائے۔

پہلا سبب یہ تھا کہ اسلام اعتدال کا دین ہے قرآن کریم نے اُمت مسلمہ کو اُمَّةً وَسَطًا کہہ کر اس بات کا اعلان فرمادیا ہے کہ اس اُمت کی ایک بنیادی خصوصیت توسط اور اعتدال ہے اور علمائے دیوبند چونکہ اس دین کے حامل ہیں اسلیئے ان کے مسلک ومشرب اور مزاج ومذاق میں طبعی طور پر یہی اعتدال پوری طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ ان کی راہ افراط اور تفریط کے درمیان سے اس طرح گزرتی ہے کہ ان کا دامن ان دو انتہائی سروں میں سے کسی سے بھی نہیں اُلجھتا اور یہ اعتدال کی خاصیت ہے کہ افراط اور تفریط دونوں ہی اس سے شاکی رہتے ہیں۔ افراط والے اس پر تفریط کا الزام عائد کرتا ہے اور تفریط والے اس پر افراط کی تہمت لگاتے ہیں۔

اس وجہ سے علمائے دیوبند کیخلاف بھی انتہا پسندانہ نظریات کی طرف سے متضاد قسم کا پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ مثلاً علمائے دیوبند کا اعتدال یہ ہے کہ وہ قرآن وسنت پر ایمان کامل کے علاوہ سلف صالحین پر اعتماد اور ان کی پیروی بھی ساتھ لیکر چلتے ہیں ان کے نزدیک قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر میں سلف صالحین کے بیانات اور ان کے تعامل کو مرکزی اہمیت بھی حاصل ہے اور وہ ان کے ساتھ عقیدت ومحبت کو بھی اپنے مسلک ومشرب کا اہم حصہ قرار دیتے ہیں لیکن دوسری طرف اس عقیدت ومحبت کو عبادت اور شخصیت پرستی کی حد تک بھی نہیں پہنچنے دیتے بلکہ فرق مراتب کے اصول ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

اب جو حضرات قرآن وسنت پر ایمان اور عمل کے مدعی ہیں لیکن ان کی تشریح وتعبیر میں

سلف صالحین کو کوئی مرکزی مقام دینے کے لیے تیار نہیں بلکہ خود اپنی عقل و فکر کو قرآن و سنت کی تعبیر کے لیے کافی سمجھتے ہیں وہ حضرات علمائے دیو بند پر شخصیت پرستی کا الزام عائد کرتے ہیں اور یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ انہوں نے (معاذ اللہ) اپنے اسلاف کو معبود بنا رکھا ہے۔

اور دوسری طرف جو حضرات اسلاف کی محبت و عقیدت کو واقعۃً شخصیت پرستی کی حد تک لے گئے ہیں وہ حضرات علمائے دیو بند پر یہ تہمت لگاتے رہے ہیں کہ ان کے دلوں میں اسلاف کی محبت و عظمت نہیں ہے، یا وہ اسلام کی مقتدر شخصیتوں کے بارے میں (معاذ اللہ) گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ان دونوں قسم کے متضاد پروپیگنڈے کے نتیجے میں ایک ایسا شخص جو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر نہ ہو علمائے دیو بند کے مسلک و مشرب کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتا ہے اس لئے کچھ عرصے سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ علمائے دیو بند کے مسلک اعتدال کو مثبت اور جامع انداز میں اس طرح بیان کر دیا جائے کہ ایک غیر جانبدار شخص ان ے موقف کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے۔

دوسرا سبب یہ پیش آیا کہ ''مسلک علمائے دیو بند'' درحقیقت فکر و عمل کے اس طریقے کا نام تھا جو دارالعلوم دیو بند کے بانیوں اور اسکے مستند اکابر نے اپنے مشائخ سے سند متصل کے ساتھ حاصل کیا تھا اور جس کا سلسلہ حضرات صحابہؓ و تابعینؒ سے ہوتا ہوا سرکار رسالت مآب ﷺ سے جڑا ہوا ہے یہ فکر و اعتقاد کا ایک مستند طرز تھا یہ اعمال و اخلاق کا ایک مثالی نظام تھا یہ ایک معتدل مزاج و مذاق تھا جو صرف کتاب پڑھنے یا سند حاصل کرنے سے نہیں بلکہ اس مزاج میں رنگے ہوئے حضرات کی صحبت سے ٹھیک اس طرح حاصل ہو سکتا ہے جس طرح صحابہؓ نے سرکار دو عالم ﷺ سے تابعینؒ نے صحابہؓ سے اور اس کے مستند شاگردوں نے تابعینؒ سے حاصل کیا تھا۔

دوسری طرف دارالعلوم دیو بند، جس کی طرح عموماً اس مسلک کی نسبت کی جاتی ہیں ایک ایسی درس گاہ ہے جو ایک صدی سے زیادہ مدت سے اسلامی علوم کی تعلیم کی خدمت انجام دے رہی ہے اس دوران اس سے فارغ التحصیل ہونے والوں کی تعداد عجب نہیں کہ لاکھوں میں ہو اس کے علاوہ بعد میں برصغیر کے اندر ہزارہا ایسے دینی مدارس قائم ہوئے جو سب اپنا سرچشمہ فیض دارالعلوم دیو بند کو قرار دے کر اس سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور ان کے فضلاء کو بھی عرف عام میں "علماء دیو بند" ہی کہا جاتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان درسگاہوں سے لاکھوں کی تعداد میں فارغ التحصیل ہونے والوں میں سے ہر ہر فرد کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ "مسلک علمائے دیو بند" کا صحیح ترجمان ہے، کوئی بھی باقاعدہ درس گاہ جو کسی خاص نصاب و نظام نظم و ضبط کی پابند ہو، وہ اپنی زیر تعلیم افراد کی خدمت کسی حد تک انجام دے سکتی ہے اور انکی نگرانی اسی حد تک کر سکتی ہے جس حد تک اس کے لگے بندے قواعد و ضوابط اجازت دیں لیکن وہ ایک ایک طالب علم کے بارے میں اس بات کی مکمل نگرانی نہیں کر سکتی کہ تنہائی میں اس کے دل و دماغ میں کیا خیالات پرورش پا رہے ہیں اور وہ کن خطوط پر آگے بڑھنے کو سوچ رہا ہے؟ بالخصوص درس گاہ سے ضابطے کا تعلق ختم ہونے کے بعد تو اس قسم کی نگرانی کا کوئی امکان ہی نہیں رہتا۔

چنانچہ اس درس گاہوں سے کچھ ایسے حضرات بھی نکل کر میدان عمل میں آئے ہیں جو تعلیمی حیثیت سے بلاشبہ دارالعلوم دیو بند کی طرف منسوب ہیں لیکن انہیں اکابر علمائے دیو بند کا مسلک و مشرب یا ان کا وہ متوارث مزاج و مذاق جو صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا ٹھیک حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اس لحاظ سے وہ مسلک علمائے دیو بند کے ترجمان نہیں تھے لیکن تعلیمی طور پر دارالعلوم دیو بند یا اسکی فیض یافتہ کسی اور درس گاہ سے منسوب ہونے کی بنا پر بعض

لوگوں نے انہیں مسلک علمائے دیو بند کا ترجمان سمجھ لیا اور ان کی ہر بات کو بھی علمائے دیو بند کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔

ان میں سے بعض حضرات ایسے بھی تھے جو علمائے دیو بند کے بعض عقائد وافکار کی نہ صرف تردید ومخالفت کرتے رہے بلکہ ان کو گمراہی تک قرار دیا اور اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلک علمائے دیو بند کے جامع ومعتدل ڈھانچے سے صرف کسی ایک جزو کو لے کر بس اُسی جزو کو ''دیو بندیت'' کے نام سے متعارف کرایا اور اس کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دیا۔

مثلاً بعض حضرات نے یہ دیکھ کر کہ حضرات اکابر علمائے دیو بند نے ضرورت کے وقت ہر باطل نظریئے کی مدلل تردید کر کے اپنا فریضہ ادا فرمایا ہے۔ بس اسی تردید کو علمائے دیو بند کا مسلک قرار دے لیا اور اپنے عمل سے تاثر یہ دیا کہ مسلک علمائے دیو بند صرف ایک منفی تحریک کا نام ہے۔ جس سے نصب العین میں دین کے مثبت پہلو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے پھر باطل نظریات کی تردید میں بھی مختلف نظریات میں مختلف میدان عمل طے کر لئے جو تقسیم کی حد تک تو درست ہو سکتے تھے لیکن بعض حضرات نے ان میں مبالغہ کر کے مسلک علمائے دیو بند کے صرف اپنے میدان عمل کی حد تک محدود ہونے کا تاثر دیا بعض حضرات باطل کی تردید کے اصول کو تو اختیار کر لیا لیکن تردید کے طریقے میں اکابر علمائے دیو بند نے جن اصولوں کی پیروی فرمائی تھی ان کی طرف کماحقہٗ التفات نہیں کیا اور بعض حضرات کے طرز عمل کے کچھ ایسا تاثر قائم ہوا کہ مسلک علمائے دیو بند بھی (خدانخواستہ) ان ہی دھڑے بندیوں کا ایک حصہ ہے جو دنیا میں پھیلی نظر آتی ہیں اور جن کا مسلک یہ ہے کہ اپنے دھڑے کے آدمی کی ہر خطا بھی معاف اور قابل دفاع ہے اور باہر کے آدمی کی ہر نیکی بھی در یا رُد کرنے کے لائق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ''مسلک علمائے دیو بند'' ان تمام بے اعتدالیوں سے بری ہے اور

یہ ایسے حضرات کی طرف سے منظر عام پر آئی ہیں جو ضابطے کی تعلیم کے لحاظ سے خواہ دارالعلوم دیوبند یا ان کے منتسب اداروں میں کسی ادارے سے وابستہ رہوں لیکن مسلک ومشرب اور مزاج ومذاق میں اکابر علمائے دیوبند کے ترجمان نہیں تھے اور نہ انہوں نے یہ مزاج ومذاق اس متوارث طریقے پر حاصل کیا تھا جو اسکے حصول کا صحیح طریقہ ہے۔

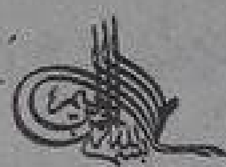
اگر چہ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے لے کر آج تک کی تاریخ سامنے ہو تو اس قسم کے بے اعتدالیوں کی مقدار کچھ زیادہ نہیں تھے لیکن اکابر علماء کے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ انکی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور ناواقف لوگ ان کو مسلک علمائے دیوبند سے منسوب کرنے لگے۔

اسلئے تبھی اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب اور مزاج ومذاق کی تشریح کر کے اسے ایسا جامع انداز میں مرتب ومدون کر دیا جائے جس کے بعد کوئی التباس واشتباہ پیدا نہ ہو۔ (فقط)

(منقول از پیش لفظ رسالہ "علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج" ص ۷ مطبوعہ ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور)

آخری تصنیف

حضرۃ مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند



استفتاء

پنجپیری حضرات دیوبندی ہیں یانہیں ؟ وضاحت فرمائیے.

(**مستفتیین:** طلبائے دینی مدارس وجامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری)

الجواب وباللہ التوفیق!

حامداً و مصلیاً و بعد! اس قسم کا ایک استفتاء چند دنوں پہلے دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ سے بھی آیا تھا اور اس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ علمائے دیوبند کے عقائد کے ترجمان "المہند علی المفند" کے متعلق وہ (پنجپیری لوگ) کہتے ہیں کہ یہ علمائے دیوبند کی کتاب نہیں۔

پنجپیری حضرات کا المہند علی المفند سے انحراف

اس میں واضح ثبوت ہے کہ یہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں کیونکہ یہ کتاب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ علمائے دیوبند کے عقائد پر مشتمل ہے ان کی کتاب ہے جب یہ حضرات یعنی پنجپیری اس کتاب کے بیان شدہ عقائد کو علمائے دیوبند کا مسلک نہیں ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ تو

علمائے دیوبند کے عقائد ہیں اور وہ اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ دیوبندی خا۔
نہیں ورنہ اس کتاب کو من وعن تسلیم کرتے اس کے علاوہ بندہ کے نزدیک اور بھی دلائل اور شواہد ان
موجود ہیں جو اس پر دال ہیں کہ یہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں ہیں۔ (کل ۱۳ دلائل ہیں) ملاحظہ ہو
۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ مولانا شاہ منصور مرحوم اور مولانا پنجپیر محمد طاہر مرحوم کا
مناظرہ ہوا مناظرے کا ثالث دارالعلوم دیوبند کے مناظرے کے سابق رئیس مولانا شمس الحق
افغانیؒ تھے مولانا مرحوم نے دونوں کے بیانات ودلائل سننے کے بعد فیصلہ بعنوان مسلکِ اعتدال
صادر فرمایا۔ چشم دید واقعہ ہے کہ یہ حضرات اس سے بالکل منکر ہو گئے کہ نہ مناظرہ ہوا ہے اور نہ
ہی مولانا افغانیؒ نے کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہے اگر یہ حضرات دیوبندی ہوتے تو دیوبند کے مایہ ناز علما
عالم مناظر کا فیصلہ تسلیم کرتے لیکن چونکہ یہ حضرات دیوبندی نہیں ہیں اس لئے دیوبند کے فیصلے
سے منحرف ہو گئے۔

مفسر قرآن حضرت مولینا حسین علیؒ کے ماذون رئیس المحدثین مولینا نصیر الدینؒ کا پنج پیریوں کے خلاف فتویٰ

رئیس المحدثین حضرت مولانا نصیر الدین ؒ بقول مولانا عبدالحق صاحب بانی مہا
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک:
"پاکستان کو ہندوستان سے دورہ حدیث اسی شخصیت یعنی مولانا نصیر الدینؒ نے لایا ہے
جیسا کہ ہندوستان کو عرب سے مولانا شاہ ولی اللہؒ نے دورۂ حدیث لایا تھا"
لہٰذا مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ پاکستان کی سرزمین پر دیوبند کے ترجمان تھے
اور مولانا کی شخصیت اور دیوبندیت پر پاکستان کے سارے علماء کا اعتماد تھا اسی شخصیت نے مولانا
محمد طاہر پنجپیر کو عاق کیا تھا اور مولانا صاحب کے فتوی کی وجہ سے مہمند وغیرہ میں پنجپیریوں

خانے جلائے گئے اگر پنج پیری حضرات دیوبندی ہیں تو پھر دیوبندیوں کے استاذ الاساتذہ نے ان کے سربراہ ملا پنج پیر کو کیوں عاق کیا؟ اور ان کے فتوئ سے ان کے خانے (میلے، مکانات) کیوں جلائے گئے؟ بلکہ مولانا پنج پیر اور ان کے اتباع اس لئے اس عظیم سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے کہ وہ دیوبندی مسلک سے منحرف تھے۔

پنجپیری حضرات کا دیو بند کی معتمد جماعت جمعیت علمائے اسلام سے انحراف

صدر یحیٰ خان کے دور میں پاکستان میں تاریخی انتخابات ہوئے الحمدللہ اسکی وجہ سے جمعیت علمائے اسلام نے بہت کچھ حاصل کیا حتیٰ کہ مرزائیت کا مسئلہ حل کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی کے ذریعے ان کے کفریات اسلام دشمنی دنیا پر واضح کی اور بہت سے اور اصلاحات بھی کیئے پاکستان کی "رویئت ہلال کمیٹی" اسی جدو جہد کا نتیجہ ہے ہر پاکستانی کو چھ ماہ فوجی تربیت کا پروگرام بنایا گیا جس پر عمل بھی شروع ہوا لیکن بد قسمتی سے چند سال بعد آنے والی حکومتوں نے اسے ختم کیا اسی وقت کے قانون ساز اسمبلی اور وزیر اعظم بھٹو نے یہ تسلیم کیا کہ دس (۱۰) سال کے اندر اندر پاکستان کا سارا قانون اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے گا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں آج بھی یہ دفعہ موجود ہے لیکن ان ہی انتخابات میں مولانا پنجپیر اور اس کے اتباع نے دیوبند کے ترجمان جماعت جمعیۃ علمائے اسلام کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اسی جماعت کے بالمقابل کے ایک سیکولر پارٹی نیشنل عوامی پارٹی کیساتھ تھا اور جمعیت علمائے اسلام کا مقابلہ کرتا تھا۔ شیخ القرآن مولینا شاہ منصور مرحوم کے مقابلے میں ایک بے دین دولت مند کا ساتھ دیا۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ دین اسلام کے محافظ علمائے کرام کے مقابلے میں بے دین نظام کے علمبردار دولت مند ملک کی حمایت کرنا کیا یہ دیوبندیت ہے؟؟ جو کوئی یہ عمل کرے وہ علمائے حق کے نزد اگرچہ دار العلوم دیوبند سے فارغ

ہو بھی دیوبندی نہیں کیونکہ دیوبندیت دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کا نام نہیں بلکہ دیوبندیت عبارت ہے ان لوگوں کے طرز عمل سے جو فقہ حنفی کی روشنی میں قرآن وحدیث کے نظام پر ڈٹ کر قائم ہو اور شرعی نظام کے مقابلے میں ہر باطل کیلئے سد سکندر رہو۔

پھر ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں حکومت نے سنگین دھاندلی کی جو پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ قیوم گروپ کی حکومت تھی اس کے مقابلے میں ساری پارٹیوں نے متحد ہو کر قومی اتحاد بنایا جس کے سربراہ جمعیت علمائے اسلام کے ناظم اعلیٰ مفتی محمود" منتخب ہوئے اور ساری پارٹیاں نظام مصطفےٰ کے نفاذ پر متحد ہوئے حتیٰ کہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ سارے اس نظام کی خاطر متحد ہوئے لیکن مولانا پنج پیر اس اتحاد پر قرآن پاک کی یہ آیت وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ چسپان کرتے اور اس اتحاد کو اس آیت کے مصداق بناتے (۱)۔ ایک تو اس بات سے مولانا پنجپیر کے تحریف قرآن کا جرم عیاں ہوتا ہے دوسری طرف علمائے دیوبند پر اتنے سنگین جرم کے ارتکاب کا الزام لگانے کی جرأت معلوم ہوتی ہے جو شخص علمائے دیوبند پر مفسدین کا الزام لگاتا ہے وہ بھی اور اس کے اتباع بھی دیوبندی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

پنجپیری حضرات اور جهاد افغانستان

روس نے جب افغانستان پر غاصبانہ قبضے کی مذموم کوشش کی تو اس کی دفعیہ کے لیے افغانستان کے حنفی عوام اور دیوبندی علمائے کرام نے جہاد کا علم بلند کیا دنیائے اسلام کے علماء ومفتیان عظام نے عموماً علمائے دیوبند نے خصوصاً جہاد کا فتویٰ صادر کر کے افغانستان کے مجاہدین کا ساتھ دیا لیکن مولانا پنجپیر نے گنڑ (افغانستان میں ایک علاقے کا نام ہے) وغیرہ میں

---

(۱) اس قومی اتحاد میں چونکہ نو پارٹیوں کا اتحاد تھا اسلئے ملا پنجپیر اس اتحاد کو اس آیت کا مصداق بتاتے تھے اور قرآن کا یہ معنوی تحریف کرتے جو کہ پنجپیریوں کا اصل شیوہ ہے۔

اپنے متبعین کو اس سے منع کیا بلکہ اس جہاد کو نیشنل عوامی پارٹی کی طرح فساد قرار دیا اور عالم اسلام کے علماء کرام کے فتوؤں کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اور دیوبندیوں سے منحرف ہوئے۔

پھر الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے مجاہدین افغانستان کو فتح دی روس کے مذموم عزائم کو خاک میں ملادیا لیکن افغانستان کے بے دین کمانڈروں نے جہاد افغانستان کی بدنامی کی مذموم کوشش کی اللہ تعالیٰ نے ان بے دین روس نواز کمانڈروں سے افغانستان کے تصفیہ کی خاطر وقت کے ابابیل 'طالبان' کو ارسال کیا علمائے دیوبند نے دوبارہ ان طالبان کے تعاون کی خاطر طالبان کی حمایت کے حق میں فتاوے صادر کیے نیز عملی میدان میں بھی طالبان کے شانہ بشانہ ساتھ رہے چنانچہ افغانستان کے طالبان کے ساتھ پاک وہند بنگلہ دیش کے طلباء وعلمائے کرام بھی اس جہاد میں خلعت جہاد سے مشرف ہوئے لیکن مولانا پنجپیر تو اس وقت فانی دنیا کو خیر باد کہہ چکے تھے اس کے جانشین اس کا فرزند مولانا طیب اسی طرح طالبان کے دینی تحریک کا مخالف تھا اور طالبان کی حمایت میں ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علماء اور طلباء کے ساتھ اس جہاد میں اتفاق نہیں کیا یہ سوال بھی نہیں تھا کہ جمعیۃ علمائے اسلام آپس میں مختلف دھڑوں میں بٹ گئے ہیں۔ اور پنجپیری لوگ اس لیے انکی حمایت نہیں کرتے تھے کیونکہ طالبان تحریک سے قبل سارے مرحلوں میں جمعیت علمائے اسلام ایک ہی جماعت تھی بڑے بڑے علمائے کرام اس میں موجود تھے اور ملک کے بڑے بڑے شیوخ رحمہم اللہ کی حمایت اس کو حاصل تھی جیسے مولانا عبداللہ درخواستی صاحب ؒ، مولانا عبدالحق صاحب ؒ اکوڑہ خٹک، مولانا ایوب جان بنوری صاحب ؒ پشاور، مولانا یوسف بنوری صاحب ؒ ٹاؤن کراچی، مولانا عبدالروف صاحب ؒ چارسدہ، مولانا شمس الحق صاحب افغانی ؒ، مولانا غلام اللہ خان صاحب ؒ پنڈی وغیرہ بلکہ مولانا طیب نے طالبان کی کامیابی کے بعد بایں الفاظ مشورہ دیا کہ طالبان کو چاہیے کہ مجاہدین کے ساتھ صلح کرے۔ طالبان کے مقابلہ میں روسی

، ایرانی اور ہندی کارندوں کو مجاہدین کا لقب دینا انتہائی جرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ دے، اسمیں دیوبندیوں سے مخالف ہوئے۔

مولانا محمد طاہر پنجپیری کے جتنے شاگرد ہیں وہ مودودی، وہابی، سلفی بن گئے لیکن دیوبند کے ترجمان جماعت جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ نہ ہوئے بلکہ جمعیت علمائے اسلام کے مقابلین کے صفوں میں جا گھسے حالانکہ پہلے بھی اور اب بھی علماء اور طلباء کی واضح اکثریت بحمد اللہ جمعیت علمائے اسلام کو حاصل ہے اور افغانستان میں تحریک اسلامی طالبان کو بھی حاصل ہے لہٰذا دونوں جماعتیں ان دو مبارک احادیث کے مصداق بنے :ید اللہ علی الجماعۃ (ای جماعۃ العلماء. مرقاۃ) واتبعوا السواد الاعظم (مشکوۃ ص ۲۹ ج ۱) وھکذا فی الحدیث الثالث :ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ (صفحہ مذکورہ) وقال شارحہ ملا علی قاریؒ ای جماعۃ اھل العلم والفقہ (صفحہ مذکورہ)۔

پشتو کا مشہور نقل ہے" کہ اللہ تعالیٰ قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے اور بندہ عادتوں سے پہچانا جاتا ہے" پنجپیریوں کا کردار اور عادتیں بندہ نے آپ کو بیان کئے۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ یہ دیوبندیوں کا کردار اور عادتیں ہیں یا اغیار کے۔ جب یہ کردار اور عادتیں اغیار کے ہیں تو دیوبندی کیسے بن گئے؟؟؟

جمعیت علمائے اسلام کا جھنڈا الحمد للہ حضور ﷺ کا جھنڈا ہے باقاعدہ حدیث سے ثابت ہے یہ حدیث ابوداؤد اور مشکوۃ میں موجود ہے جس کو شک ہو ہم اسکو بتا سکتے ہیں جو حضرات اسپر اعتراض کرتے یہ لوگ نہ جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ ہیں اور نہ دیوبندی ہیں کیونکہ دیوبندیوں نے اس جھنڈے کو اسلئے منتخب کیا ہے کہ اس کی نسبت حضور ﷺ کو ہے جو اسکو

حضور ﷺ کا جھنڈا نہیں مانتا وہ اس عقیدے میں دیوبندیوں کے ساتھ شریک نہیں لہذا وہ دیوبندی نہیں ہے جب دیوبندیوں سے علیحدہ جھنڈا بنایا تو دیوبندی کیسے رہے؟

پنجپیری حضرات اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ثانی دارالعلوم دیوبند ہے وہی نصاب تعلیم، وہی طرز تعلیم کیونکہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی مبانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز استاذ الکل دارالعلوم دیوبند کے فاضل بھی تھے اور مدرس بھی اور حضرت مدنیؒ کے تلمیذ خاص بھی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قائم ہونے کے بعد اکابرین دیوبند جیسے مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا یوسف بنوریؒ اور مولانا مدنیؒ کے خلف الرشید مولانا اسعد مدنیؒ مدظلہ العالی کا دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ورود ہوتا تھا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سرزمین پاکستان وافغانستان پر ثانی دارالعلوم دیوبند ہے اسی دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی زندگی میں پنجپیریوں کا داخلہ ممنوع تھا دیوبند کے قائم مقام درسگاہ میں ان کا داخلہ ممنوع ٹھہرانا واضح ثبوت ہیکہ یہ لوگ دیوبندی نہیں۔

پنجپیری حضرات کی اکابرین دیوبند پر کڑی تنقید

صرف یہ نہیں کہ پنجپیری حضرات نے دیوبندیوں کا ساتھ نہیں دیا ہے بلکہ اکابرین دیوبند اور مسلمہ اشخاص پر کڑی تنقید بھی کی ہے اور پنجپیریوں کا مد مقابل بنایا ہے چنانچہ اشاعۃ التوحید والسنۃ یعنی پنجپیریوں کا ایک خاص شخص مسمی خان بادشاہ بن شاندی گل سکنہ اوچت کرم ایجنسی اپنی کتاب "الصواعق المحرقۃ" ص ۱۶۱ پر رقم طراز ہے اور علمائے دیوبند کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:

"لیس فرد من افرادهم القائلین بالحیوة الجسمانی للانبیاء یناظر مع واحد من رفقاء اشاعة التوحید والسنة."

اور مولانا سرفراز خان صاحب گوجرانوالہ جو دیوبند کے ترجمان ہے اور آپ کی کتاب "تسکین الصدور" دیوبندیوں کے عقائد پر مشتمل ہے اور شیوخ دیوبند رحمہم اللہ نے اس کتاب کی تصدیق کی ہے اس کتاب کے متعلق اور اس کے مصدقین (مقرظین) کے متعلق یہ خود ساختہ مصنف، خان بادشاہ لکھتا ہے:

"وجمع فیہ من الاباطیل والاکاذیب والمخترعات واما المقرظون فاعتمدوا علیہ" (الصواعق المحرقة ص ۲٦٧)

یعنی مولانا سرفراز صاحب نے اس کتاب میں جھوٹ، باطل اور مخترع اشیاء جمع کی ہیں اور جن علماء نے اس پر تصدیقات کی ہیں انھوں نے سرفراز صاحب کے باطل، جھوٹ اور مخترع اشیاء پر اعتماد کیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب کے تصدیق کنندہ حضرات دارالعلوم دیوبند کے شیوخ الحدیث والتفسیر اور مفتی حضرات ہیں۔

یہ ہے پنجپیریوں کی دین کی خدمت کہ جو حضرات خدا کی زمین پر خدا کا نظام چاہتے ہیں اور درس وتدریس، افتاء وقضاء، تصنیف اور مناظرہ کے ذریعے دین حق کی خدمت کرتے ہیں وہ ان پر اعتراضات کرتے ہیں اور جو ان کے مقابلے میں اسلام کو ختم کرتے ہیں پنجپیری حضرات ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں بلکہ آڑے وقت میں ان کا ساتھ دیتے ہیں شیخ الحدیث وشیخ الشیوخ مولانا محمد زکریاؒ کے متعلق خان بادشاہ لکھتا ہے کہ بعض جاہل مبلغ (مولانا زکریاؒ) جس نے چالیس خرافات فضائل حج میں لکھے ہیں۔ دوسری جگہ لکھتا ہے کہ زکریا صاحب نے کافی واقعے لکھے ہیں جو کہ تمام خرافات وشرکیات ہیں (بحوالہ الصواعق المحرقہ ص ۹۲) وغیرہ۔

پنجپیری حضرات کا تشدد

ان وجوہات کی بنا پر پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں ہو سکتے نیز دیوبندی حضرات کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ وعظ اور نصیحت میں حکم خداوندی ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة. الایة کا پابند ہوتے ہیں بلاوجہ تشدد نہیں کرتے بخلاف پنجپیری حضرات کے کہ انتہائی تشدد سے کام لیتے ہیں ہر جگہ مستحبات اور غیر حرام کو حرام کہکر جنگ وجدال کے میدان گرم رکھتے ہیں جس سے علمائے کرام کی تغلیط وبے حرمتی کے ساتھ ساتھ ان کی توہین کا عظیم خطرہ لاحق ہو جاتا ہے مثال کے طور پر دیکھو خان بادشاہ پنجپیری نے شیخ الشیوخ استاد العلماء مرشد الفقہاء والمفتیین سابق شیخ الحدیث ومفتی اعظم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب پر اعتراض کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ بنام " المسامیر الناریة علی المقالات الفریدة " لکھا ہے حالانکہ حضرت مفتی صاحب کی شخصیت عام وخاص میں یکساں مقبول ومعتمد ہے ہزاروں طلباء کے استاد اور پیر ہیں لیکن پنجپیری حضرات کا مورد الزام ہے حقیقت میں ان کی یہ گستاخانہ جرأت ان کے بطلان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

واذا اتتک مذمتی من ناقص
فھی الشھادة لی بانی کامل

ایسے متشددین ہرگز دیوبندی نہیں کیونکہ علمائے حق کی تغلیط بدعت سیئہ ہے جیسا کہ اصول فقہ نے ذکر کیا ہے۔

پنجپیری حصرات کا
"ڈیڑھ سو سالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند کانفرنس"
سے مخالفت

۹.۱۰.۱۱. اپریل ۲۰۰۱ء کو کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے واپڈا کالونی پشاور میں بیادگار ڈیڑھ سو سالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند کا ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی دیوبند کے ساتھ متعلق پاکستان کے سارے بستیوں نے اسمیں حسب توفیق مالی تعاون کر کے شمولیت اختیار کیا اور ہندوستان سے بھی دارالعلوم دیوبند کے اکابرین شیخ الحدیث مولانا اسعد مدنی صاحب، مہتمم صاحب اور مفتی صاحب وغیرہ حضرات نے بھی اسمیں شرکت کی اور بیرون ملک سے بھی شائقین حضرات نے شرکت کی، مالی امداد تو بہت زیادہ بیرون ملک سے آیا لیکن پنجپیری حضرات نے صرف یہ نہیں کی کہ دارالعلوم دیوبند کی اس عظیم الشان تقریب میں شرکت نہیں کی بلکہ لوگوں کو اس اجلاس میں شرکت کرنے سے منع کرتے تھے چنانچہ پندرہ روزہ اخبار "نجات" نے مولانا طیب کا وہ تقریر شائع کیا جو کہ سوات میں ایک جلسہ عام میں کیا تھا اور اس میں اس نے لوگوں کو اس کانفرنس میں شرکت کرنے سے منع کیا تھا۔ سپاہ صحابہ کے چند ایسے افراد جو پنجپیری تھے اور اس کانفرنس میں آئے تھے زور و شور سے ٹیپ ریکارڈ لگا کر کانفرنس میں افراتفری پیدا کرنے کی کوشش کرتے لیکن چونکہ سارے پاکستان کے جمعیت الانصار کے چاک چوبند نوجوان آئے تھے انہوں نے بروقت حکمت عملی سے انکا علاج کیا۔ جو لوگ دارالعلوم دیوبند کے تاریخی کردار کے تذکرے سے لوگ منع کرتے ہیں خود سوچئے وہ کیسے دیوبندی ہو سکتے ہیں؟؟

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اسی کانفرنس میں دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے اعتماد کا دستار فضیلت سر پر رکھا نیز مولانا فضل الرحمٰن اور اسکی جماعت دارالعلوم دیوبند کو ان کی دعوت پر

بار بار جاتے ہیں اور وہاں تقاریر بھی کرتے ہیں، دیوبند کے اکابرین بھی جمعیت کی دعوت پر یہاں آتے ہیں۔ مولانا طیب یا اس کی والد مرحوم ایک دفعہ بھی نہ ان کے ہاں گئے نہ وہ ان کے ہاں آگئے ہیں پھر کیسے یہ لوگ دیوبندی ہو گئے جبکہ ہر بات میں دیوبندیوں کے مخالف ہیں۔

پنجپیری حضرات اور متحدہ مجلس عمل

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں پھر عام انتخابات کا اعلان ہو گیا وقت کی نزاکت کے خاطر جمعیت علمائے اسلام کے اکابرین خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن نے کوشش کر کے ملک بھر کے دینی جماعتیں جنکا سیاسی میدان میں کچھ بھی کردار تھا ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جمعیت کا یہ کردار دانشوروں نے بہت سراہا بلکہ پاکستان کے سوا اور اسلامی ممالک کے باشندوں نے بھی اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ پنجپیری حضرات نے اس موقعہ پر دو بڑے غلطیاں کیں ایک یہ کہ اس دینی اتحاد میں شمولیت نہیں کی حالانکہ اس میں شمولیت کیلئے قاضی حسین احمد (اتحاد کے نائب امیر) خود مولانا طیب کے گھر گئے، دوسری یہ کہ ۱۹۷۰ء کی انتخابات کی طرح اسمیں انہوں نے مجلس عمل (جو دینی جماعتوں کے اتحاد کا نام تھا) کے مقابل کا تعاون کر کے ووٹ استعمال کیا(۱) حالانکہ مجلس عمل خود مذہبی اتحاد تھا اور اسکا امیدوار اکثر عالم دین تھا چنانچہ ضلع ہنگو مجلس عمل کا امیدوار جمعیت علمائے اسلام کا سرپرست اور ایک بڑے دینی جامعہ سراج الاسلام کا ہی کا مہتمم عالم دین آخوندزادہ مولانا محمد صدیق صاحب تھا اس کا مقابل ایک ایڈوکیٹ عوامی نیشنل پارٹی کا آدمی تھا پنجپیریوں نے اس عالم کے مقابلے میں اس ایڈوکیٹ کو صرف ووٹ نہیں بلکہ ووٹ دینے کیساتھ ساتھ اسکا مکمل تعاون کر کے عالم دین اور جمعیت بلکہ سارے دینی جماعتوں کے اتحاد کا مقابلہ کیا اسطرح

---

(۱) علمائے اسلام کے مقابل کا تعاون کرنا ہی حقیقت میں بہت بڑا جرم ہے اگر وہ سیاسی میدان سے کسی شرعی عذر کے بنا پر بالکل کنارہ کش ہوتے اور غیر جانبدار رہوتے تو البتہ وہ مجرم نہ ہوتے۔

اور کرزئی ایجنسی میں انہوں نے ایک ڈاکٹر جو سرکاری جماعت کا آدمی تھا وہ سرکاری جماعت جنہوں نے امریکہ کے تعاون پر افغانستان کا اسلامی حکومت ختم کیا تھا اور مجاہدین اسلام پر دہشت گردی کا الزام لگایا حالانکہ اس کے مقابلہ میں ایک عالم دین مولانا حضرت حسین نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ زرگری جمعیت علمائے اسلام کا امیدوار موجود تھا لیکن پنجپیریوں نے اس عالم دین خادم دینی درس گاہ کو ووٹ نہیں دیا۔ جو دیوبندی ہو وہ ایسا عمل کرے گا؟ حاشا وکلا، دیوبندی حضرات ہرگز ایسا عمل نہیں کرینگے چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی کتاب جواہر الفقہ کے ص ۳۰ پر تفصیل کے بعد خلاصہ میں لکھتے ہیں:

''چونکہ ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے اس لئے آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریے کا اور دیانتدار نمائندہ کھڑا ہے تو اسی کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے (☆) جو امیدوار نظام اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہو اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔''

اخوندزادہ محمد صدیق اور میاں مولانا حضرت حسین دونوں مضبوط دیوبندی ہونے کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے اسلام دیوبندی جماعت کے عہدیداران بھی ہیں اور عقائد، اعمال اور اخلاق کے لحاظ سے بھی اپنے اپنے مقابلین سے بدرجہا بہتر ہیں۔ عوامی نیشنل پارٹی اور اسی طرح وہ مسلم لیگ جس کا آدمی میاں حضرت حسین کا مقابل تھا دونوں امریکہ کے حامی تھے جبکہ اسی وقت امریکہ افغانستان میں شرعی حکومت کو ختم کر چکی تھی اور طلباء، علماء اور مجاہدین پر دہشت گردی کا

(☆) کوتاہی کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱: امانتدار کے مقابل (غیر امانتدار) کو ووٹ دیا جائے یہ تو یقیناً گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔ ۲: اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے غیر جانبدار رہے مثلاً امیدوار کی امانتداری، مشتبہ اور مشکوک ہو یا اس قسم کا کوئی اور عذر ہو تو ان شاء اللہ مؤاخذہ نہ ہوگا۔

الزام لگا کر ان کو ختم کرنے کی مذموم حرکت کرتی تھی۔

اب آپ فیصلہ کرو کہ ان حالات میں ان دونوں جماعتوں کی تعاون امریکہ کی تعاون نہیں تھی؟ اسکے باوجود پنجپیریوں نے ان کا تعاون کیا اور علمائے کرام کا تعاون نہیں کیا۔ کیا جواہر الفقہ وغیرہ کتابوں کی روشنی میں برملا کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کیا؟ حالانکہ امریکہ کے مقابلہ کی وجہ سے عوام نے اسی دفعہ علمائے کرام کو بھاری اکثریت سے ووٹ دیا حتیٰ کہ صوبہ سرحد میں اکا دکا کے سوا قومی اسمبلی کی ساری سیٹیں مجلس عمل نے جیت لئے۔ تو دیوبندی جماعت اور دیوبندی امیدواروں کی مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ پنجپیری دیوبندی رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں رہ سکتے۔ پنجپیریوں کی یہ حرکت ایک طرف اسکی دلیل ہے کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں دوسری طرف قرآن، حدیث، اور فقہ کی سخت ترین مخالفت ہے کیونکہ قرآن پاک کا ارشاد ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ظاہر ہے کہ ووٹ کے ذریعہ امیدوار کا تعاون ہے تو عالم کو ووٹ دینے میں عالم کا تعاون ہے اس طرح مذہبی جماعت کو ووٹ دینے میں اسی آیت کریمہ پر عمل ہے کیونکہ بہ نسبت عوام کے خصوصاً بہ نسبت انگریزی تعلیم یافتہ کے علماء ہی دینی خدمت صحیح اور خوب سرانجام دیتے ہیں انگریزی تعلیم یافتہ جب عالم دین نہ ہو اور علماء کے ساتھ وابستہ بھی نہ ہو اور اس کا داڑھی تک بھی نہ ہو اور نماز باجماعت بھی نہ ہو اور علماء کا مدمقابل بھی ہو تو اس سے خدمت اسلام کی اور کونسی توقع کی جاسکتی ہے؟ اس لئے ان کو ووٹ دینے میں آیت مذکورہ کی مخالفت ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے: مَن مشیٰ مع ظالم لیُقوّیہٗ وھو یعلم انہٗ ظالم فقد خرج من الاسلام (مشکوۃ ص ۴۵۴ ج ۲) جو داڑھی ندار و نماز باجماعت کا پابند نہ ہو امریکہ کے حامی ہو وہ ظالم نہیں تو کون ظالم ہے؟ پنجپیری حضرات علمائے کرام کی مقابلے میں ان کی حمایت کرتے ہیں یہ اس حدیث کی صریح مخالفت ہے

کیونکہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ظالم کا ساتھ نہ دو ورنہ تم اسلام سے خارج ہو جاؤ گے اور فقہ کی مخالفت کا حوالہ پہلے دے چکا ہوں جو جواہر الفقہ میں مذکور ہے جو کہ سارے دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔

اگر پنجپیری حضرات کہتے ہیں کہ ووٹ میں اسلام نہیں تو یہ ایک طرف اسلام پر اعتراض ہے کہ اس میں نظام مملکت بنانے کا حکم نہیں جو کہ در حقیقت اسلام کی تنقیص ہے دوسری طرف اس بات کی ثبوت ہے کہ پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں کیونکہ ہندوپاک کے علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ ووٹ کے ذریعے ملک میں اسلامی نظام آسکتا ہے۔ ''سیرۃ مصطفیٰ ص ۱۷۰ ج ۲'' مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی میں ہے کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کیلئے جو جنگ کی جائے اسکا نام جہاد ہے۔

پنجپیری حضرات کہتے ہیں کہ ووٹ میں اسلام نہیں تو وہ اس نظریہ میں بھی دیوبند کے مخالف ہو گئے ہر محاذ پر علمائے دیوبند کی مخالفت لیکن پھر بھی یہ لوگ دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اسپر آپ حکم کرو کہ ایسے آدمی اور گروہ کا کیا حکم ہے جس کا عمل زبان سے مخالف ہوتا ہے صرف یہ نہیں کہ پنجپیری حضرات انتخابات میں علمائے دیوبند یا دینی جماعتوں کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ صریح قرآنی آیات کی مخالفت بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۰ ایضاً : اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (سورۃ النساء) یہ ہے ان لوگوں کی دعووں کی صداقت۔ منہ پر دیوبندیت اور قرآن کے ترجمے لیکن عملی طور پر نہ علمائے دیوبند کی اِتباع، نہ قرآن عظیم الشان کی اِتباع اور نہ احادیث رسول ﷺ کی اِتباع۔ العیاذ باللہ من التضاد بین القول و العمل۔

پنجپیری حضرات دیوبندی نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اہل السنت والجماعت میں سے بھی نہیں

پنجپیری حضرات جس طرح دیوبندی نہیں اسی طرح وہ اہل السنّت والجماعت بھی نہیں۔ طالب علمی کے دوران بندہ کو اتنی معلومات حاصل ہوئیں کہ پاکستان میں حیٰوۃ النبی علیہ السلام کے موضوع پر دیوبندی حضرات اور اشاعت التوحید والوں کے درمیان اختلاف ہے اور اس کے تصفیہ کیلئے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیبؒ بار بار پاکستان آئے لیکن اسکی تفصیلی معلومات نہیں تھی حتیٰ کہ مولانا شیر بہادر صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم عربیہ ٹل کے ہاتھ سے کتاب **حیات انبیاء کرام** علیہم السلام بندہ کو موصول ہوئی اور ساتھ ساتھ مولانا شیر بہادر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ پنج پیری کے بارے میں کچھ لکھو اور اس کتاب سے اس کے متعلق استفادہ کرو اور ایک دوسرا ثبوت بنام رسالہ ''حق چاریار'' بھی دیا دونوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند اور پاکستان کے بڑے بڑے دیوبندی شیوخ الحدیث اور مفتی صاحبان نے اشاعۃ التوحید والوں کو اہل السنّت والجماعت سے نکال دئے ہیں مندرجہ ذیل سطور میں اسکا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کیونکہ بغیر ثبوت کے کسی پر بے جا الزام لگانا تہمت ہے جو غیبت سے بھی بڑھ کر گناہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سارے مسلمانوں کو اس سے نجات دے آمین ثم آمین۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پنجپیری حضرات

حیٰوۃ النبیؐ اور اسکے متعلق اشاعت التوحید والوں کا ہٹ دھرمی اسکا پورا تحقیق اس کتاب حیات انبیاء اکرامؑ (مصنفہ مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ) میں موجود ہیں وہاں دیکھ لے بندہ یہاں اختصار کی خاطر صرف خلاصہ نقل کرتا ہے جس سے میرا مقصد ثابت ہوتا ہے کہ پنج پیری نہ دیوبندی ہے نہ اہل السنّت والجماعت۔ ساری بحث تین بحثوں میں منحصر ہے۔ نمبر۱ قبروں میں انبیاء علیہم السلام و دیگر اموات کے متعلق علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کا عقیدہ۔ نمبر۲ اس کے متعلق

اشاعت التوحید یعنی پنجپیریوں کا عقیدہ نمبر ۳ مولینا طیب امیر اشاعت نے المھند اور اکابرین دیوبند کی عبارات سے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان سے جوابات اور ان کی صحیح تشریح تا کہ ناظرین پر اس کا خلط ملط واضح ہو جائے علماء یوبند کے عقیدہ کے اثبات کیلئے کل ۱۴۵ اکابرین کا اقوال ذکر ہے

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند کا مسلک

(فتویٰ)

حضرت اقدس نبی کریم علیہ السلام اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کیساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنّت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں حضرت مولینا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کی مستقل تصنیف حیات انبیائے کرامؑ پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے حضرت مولینا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولینا رشید احمد گنگوھی کے ارشد خلفاء میں سے ہے ان کا رسالہ المُہنّد علی المُفنّد بھی اہل انصاف وبصیرت کیلئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ انکا اکابر دیوبند کا مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے تا کہ اکابرین کی عبارات میں تناقض نہ رہے۔ حیٰوۃ دنیاوی کے دو معنے ہیں۔ نمبر ۱ انبیاء علیہم السلام کو جسد عنصری دنیاوی کے ساتھ حیاۃ حاصل ہے۔ نمبر ۲۔ حیٰوۃ دنیاوی بمعنی عالم دنیا انبیاء کرام کو حیٰوۃ دنیاوی معنی اول پر حاصل ہے اور یہی حیاۃ حیٰوۃ کے دوسرے معنی کے ساتھ مشابہ ہے۔

مذکورہ فتویٰ پر موجود دستخط ملاحظہ ہو

ا۔محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی ۲۔عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۳۔مفتی محمد صادق صاحب عفا اللہ عنہ سابق محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور ۴۔مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ۵۔بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالعلوم کراچی ۶۔ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالایار ۷۔محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (مقام حیات ص ۲۷۲)

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ بھی "مقام حیات" میں طبع ہو چکا ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے مزار میں بہ قید حیات ہیں مزار مبارک کیساتھ آپ علیہ السلام کا خصوصی تعلق بجسدہٖ و روحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے آگے لکھا ہے تین حدیثیں نقل کردی ہے اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنّت والجماعت ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ ﷺ سنتے بھی ہے (ص ۲۶۷)

اس فتویٰ پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ اور حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتھم العالیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرتؐ کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو اہل السنّت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدے والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے دوسری جگہ مکروہ تحریمی کی تصریح ہے۔ (حیات انبیاء کرام ص ۴۷)

پنجپیریوں کا موجودہ امیر مولٰینا محمد طیب حیات انبیاء کرامؑ جسم مثالی کیساتھ مانتے نہیں مانتے اور یہ بالکل اکابرین کی رائے کا مکمل خلاف ہے پھر یہ کیسے

دیوبندی یا اہلِ السنّت والجماعت ہو سکتے ہیں چنانچہ مولینا طیب اپنی کتاب ''مسلک الاکابر فی تحقیق الحیاۃ وعدم السماع لاھل المقابر'' ص ۱۸ پر لکھتا ہے: ''اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاءؑ کی ارواح مبارک بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں۔'' دیکھو مولینا طیب نے اس عبارت میں جسم مثالی مان لیا ہے جسد عنصری کا نفی کیا ہے کیونکہ شامیہ کا قاعدہ ہے مَفَاهِيمُ الْكُتُبِ تعتبر.

ص ۸۲ ج ا حالانکہ آئندہ تحقیق سے ثابت ہو جایگا کہ ثواب وعقاب روح بمعہ جسد عنصری کو ہے نہ کہ جسم مثالی کو

قبر میں عام مُردوں کو ثواب وعقاب کے متعلق مولینا طیب کا علمائے دیوبند سے اختلاف

عام مردوں کے ثواب وعقاب میں بھی پنج پیری حضرات اہل السنّت والجماعت اور دیوبندیوں سے مخالف ہیں چنانچہ اس کے متعلق مولینا طیب لکھتا ہے کہ یہ ساری بحث قبر شرعی کی ہے جسے عرف عام میں برزخ کہا جاتا ہے اور جہاں ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور اسی کیساتھ اسے عذاب وثواب ہوتا ہے ا (بہ حوالہ کتاب ہذا ص ۲۰)

اس عبارت میں مولینا طیب نے عام مردوں کا ثواب وعقاب روح بمع جسم مثالی کو ثابت کیا روح بمع جسد عنصری کا نفی کیا اگر چہ بعد میں یہ فرمایا ہے: ''البتہ اس دنیاوی یا عرفی قبر اور اس جسد عنصری کے ساتھ بھی عذاب وثواب کا ایک تعلق ہے۔'' یعنی عذاب تو درحقیقت روح بمع جسم مثالی کو ہے اگر چہ اسکا ایک قسم کا تعلق جسد عنصری کیساتھ بھی ہے لیکن انکو ثواب وعذاب نہیں بلکہ عذاب پہلے دونوں کو ہے کیونکہ دونوں جسموں کو عذاب وثواب کا قائل کوئی بھی نہیں دونوں مسلکوں کے متعلق اکابرین کی فتوے جس سے واضح ہو جایگا کہ اشاعۃ التوحید یعنی پنج پیری حضرات دونوں مسکوں میں اکابرین دیوبند اور اہل السنّت والجماعت کے مخالف ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عام موتیٰ

کے متعلق فتویٰ نیو ٹاؤن کراچی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلک دیوبند کے نام سے کام کرنے والی جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ جن کے عقائد درج ذیل ہیں:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں بالکل مردہ ہیں اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس پڑھا جانے والا درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنتے ہیں اور یہاں پڑھا جانے والا درود شریف فرشتوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچایا جاتا۔

(۳) عام موتیٰ کو ثواب وعقاب معروف قبر میں نہیں ہوتا بلکہ صرف روحوں کو علیین اور سجین میں ہوتا ہے،.................کیا؟؟

[۱] مذکورہ بالا عقائد اہل السنّت والجماعت دیوبند کے ہیں یا نہیں؟

[۲] کوئی شخص یا جماعت جو ان عقائد کا پرچار کرے کیا وہ اہل السنّت والجماعت دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

[۳] کیا ایسے لوگوں کیلئے علمائے دیوبند اہل السنّت والجماعت کا نام استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

[۴] علاقے میں ایسے غلط عقائد کا پرچار کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اسکے سد باب کیلئے وہاں کے عوام وعلماء کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ ان کے مذکورہ بالا عقائد کے بارے میں اکابر علمائے دیوبند کا ان کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ تفصیلاً رقم فرمائیں۔

اس استفتاء کا جواب علامہ بنوری ٹاؤن کے مفتیان کرام نے حسب ذیل دیا ہے۔

المہند علی المفند کی عبارت اور ترجمہ حسب ذیل ہے (چونکہ یہ پہلے ذکر ہے اسلئے یہاں دوبارہ ذکر نہیں کرتے صرف ان کی فتویٰ پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:)

[۱] اہل السنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور ثواب وعقاب معروف قبر میں ہوتا ہے یہ ثواب وعقاب روح مع الجسد دونوں کا ہوتا ہے اور اسکے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل السنّت والجماعت سے خارج اور مبتدع ہے فتاویٰ شامی میں ہے: قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق سوال نكير منكر حق فيعذب اللحم متصلاً بالروح والروح متصلا بالجسم فيتالم الروح مع الجسد وان كان خارجاً عنه الخ یعنی اہل السنّت والجماعت کہتے ہیں کہ عذاب قبر حق ہے اور سوال منکر ونکیر حق ہے پس گوشت (جسم) کو عذاب ہوتا ہے روح کے ساتھ اور روح کو عذاب ہوتا ہے گوشت (جسم) کے ساتھ اگرچہ روح جسم سے خارج ہے۔

[۲] استفتاء میں مذکورہ عقائد رکھنے والے اور ان عقائد کا پرچار کرنیوالے لوگ اہل السنّت والجماعت سے خارج اور مبتدع ہیں اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ تائید وتاکید کیلئے دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ ہو (یہ بھی گذشتہ سطور میں مذکور ہے اسلئے یہاں جو زیادت ہے وہ ذکر کریں گے باقی چھوڑ دیتے ہیں)

[۳] اس استفتاء میں مذکورہ عقائد چونکہ اہل السنّت والجماعت دیوبند کے نہیں اسلئے ان عقائد کے حامل لوگ مبتدع اور خارجِ اہل السنّت والجماعت ہیں دیوبند کا نام استعمال کرنا دھوکہ دہی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

[۴] جن علاقوں میں یہ مبتدع لوگ اپنے عقائد کا پرچار کرتے ہیں وہاں کے علماء کی ذمہ

(۱)۔۔۔۔۔ اس فتویٰ سے یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ دعوت عامہ (عام وعظ ونصیحت) کی صورت میں تبلیغ اسلام علمائے اسلام کا کام ہے بے علم عوام کا نہیں بلکہ بے علم عوام کے ذمے علماء کا ساتھ دینا ہے اور ان کی اتباع کرنا ہے مدمقابل بننا نہیں۔ خوب سمجھ لو!

داری ہے کہ عوام کو ان کی عقائد باطلہ سے اگاہ کریں اور صحیح عقائد کی تبلیغ (ا) کریں اور وہاں کے عوام کو بھی ان علمائے حق کا ساتھ دینا چاہیے۔

اس بارے میں بحرالعلوم المحدث الکامل الفقیہ الجلیل المحقق النبیل حضرت العلامہ محمد یوسف بنوریؒ کی تفصیلی تحریر کے اقتباس ملاحظہ ہو ...... الی آخرہ [بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۴،۲۵] کتبہ، محمد عمر فاروق متخصص فی الفقہ دارالافتاء جامعۃ العلوم علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ (۱۴۲۱.۶.۲۱ھ: ۲.۹.۲۰۰۰ء)

اس فتویٰ پر صدر مفتی مولانا مفتی عبدالمعید صاحب اور مولانا نظام الدین شامزئی کے بھی دستخط ہیں۔ [ماہنامہ ''حق چاریار'' دسمبر ۲۰۰۰ء]

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قاضی مظہر حسین صاحب جہلم تلمیذ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا فتویٰ

مولانا نے یہاں بہت تفصیلی بحث کی ہے جس کا یہاں لانا ضروری نہیں صرف چند اقتباسات از ماہنامہ ''حق چاریار'' نقل کروں گا۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب نے تو آخر کار عقیدۂ حیات النبی ﷺ کو تسلیم کر لیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ ۲۶/اپریل ۱۹۶۲ء کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے تو حضرت قاری صاحب نے درج ذیل عبارت لکھی جس پر فریق ثانی کے دستخط کرائے تھے:

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ یعنی قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونیوالوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔''

پھر حضرت قاری صاحبؒ راولپنڈی تشریف لے گئے بندہ (قاضی مظہر حسین) مولانا جہلمی (مولانا عبداللطیف) اور مولانا محمد شفیع صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے وہاں فریق ثانی کی طرف سے مولانا قاضی نور محمد صاحب فاضل دیوبند صدر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعۃ التوحید حاضر ہوئے اور ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء کو مندرجہ تحریر پر حضرت قاری صاحب اور مولانا محمد جالندھری نے دستخط کئے اور فریق ثانی کی طرف سے مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے دستخط کئے رات کو جلسہ ہوا علماء حضرات کی تقاریر ہوئیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی گئی اور یوں سابقہ نزاع ختم ہوگیا اور یہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہِ اگست ۱۹۶۲ء میں من وعن شائع ہوگئی تھی۔

اس اجلاس میں باوجود مدعو کرنے کے سید عنایت اللہ شاہ بخاری حاضر نہیں ہوئے اور وہ آخر دم تک حیات النبی ﷺ کے صحیح عقیدے کا انکار ہی کرتے رہے اور سماع عند قبر النبی ﷺ کو بھی قرآن کیخلاف قرار دیتے رہے۔ العیاذ باللہ، انا للہ و انا الیہ راجعونؔ اور پنجپیری اگر اہل السنّت والجماعت کے اجماعی عقیدے کے مخالف ہیں تو کیا آپ ان کی شخصیت کا تحفظ کریں گے یا اہل السنّت والجماعت کے اجماعی عقیدے کا؟

یہ ہے مولانا مدنیؒ (روح دیوبند) کے تلمیذ ارجمند کہ پنجپیریوں کے عقیدے سے العیاذ باللہ کہکر پناہ چاہتے ہیں۔ پھر کیسے پنجپیری دیوبندی ہوسکتے ہیں؟ یا اہل السنّت والجماعت ہو سکتے ہیں؟

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مولانا لدھیانوی شہید کا فتویٰ

اکابر دیوبند ان عقائد (جن کا ذکر استفتاء نیوٹاؤن میں ہوا ہے) سے بری ہیں ان کا عقیدہ المہند میں چھپا ہوا موجود ہے جو لوگ مندرجہ عقائد رکھتے ہوں وہ دیوبندی نہیں بلکہ اہل بدعت ہیں اُن کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (۵/۶/۱۴۱۷ھ بحوالہ رسالہ ''حق چاریار'' لاہور دسمبر ۲۰۰۰ء)

اهل السنت والجماعت سے خروج کا مسئلہ

کسی ایک ضروری مسئلہ کیوجہ سے کسی شاگرد اور عالم کو اہل السنّت والجماعت سے خارج کیا جاسکتا ہے چنانچہ امام حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۱ھ) کا شاگرد واصل بن عطاء صرف ایک مسئلہ کی وجہ سے اہل السنّت والجماعت سے خارج ہوگیا تھا اس کا عقیدہ منزلہ بین المنزلتین کا تھا یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے نہ کافر، اس نے جب اس عقیدے کا اظہار کیا تو امام حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنا یعنی واصل بن عطاء ہم سے ہٹ گیا، جدا ہوگیا۔ بعض ایسے مسائل بھی ہیں جو دراصل فروعی ہیں لیکن اپنی اہمیت اور امتیازی شان کی وجہ سے ان کو اصول کا درجہ دیا جاتا ہے مثلاً مسح علی الخفین جو کہ ایک فروعی مسئلہ ہے لیکن اس کا انکار کرنے والے کو اہل السنّت والجماعت سے خارج قرار دیا گیا چنانچہ عقائد نسفی میں ہے: من لا یری جواز المسح علی الخفین فھو من اھل البدعۃ.

(بحوالہ ماہنامہ حق چار یار لاہور ص ۱۱ دسمبر ۲۰۰۰ء)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

اس کی تفصیل عنوان ''اکابر دیوبند کا متفقہ مسلک فی مسئلۃ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' پر صفحہ (۲۴) گذر چکا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ثواب و عقاب روح بمعہ جسد عنصری کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا قول

لُبِّ لباب علمائے دیوبند مولانا انور شاہ کشمیریؒ ''فیض الباری علی الصحیح للبخاری'' ص ۱۱۵ ج ۴ میں رقم طراز ہے:

"حکایة: سمعت ببلدی کشمیر وانا اذ ذاک ابن اربع سنین ان رجلین تکلما فی ان العذاب هل یکون للجسد او الروح؟ فاستقر رأیهما علی ان العذاب لهما ثم ضربا لهٗ مثلاً فقال ان مثل الجسد مع الروح کمثل اعمیٰ واعرج ذهبا الیٰ حدیقة لیجنوا من ثمرها فعجز الاعمیٰ ان یراها وعجز الاعرج ان یجنیها فشاورا فی امرها فرکب الاعرج علی الاعمیٰ فجعل الاعمیٰ یذهب به الی الاشجار والاعرج یری الثمار ویجنیها فهذا هو حال البدن مع الروح فان البدن بدون الروح جماد لاحراک له والروح بدون البدن معطلة عن الافعال فاحتاج احدهما الی الآخر فلما اشترکا فی الکسب اشترکا فی الاجر او الوزر ایضاً، وبعد خمس و ثلاثین سنة رأیت فی القرطبی عن ابن عباسؓ عین ما قالاہ من فطرتهما **فانظر** هل یمکن مثله من نحو ارسطو؟ کلا ثم کلا اھ."

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحبؒ 'والقرطبی اور حضرت ابن عباسؓ سب کا اس پر اتفاق ظاہر ہوا کہ جس طرح دنیا میں روح اور جسد عنصری دونوں باہمی اشتراک کیساتھ کام کرتے ہیں بعینہٖ اسی طرح دونوں اپنے کئے کے ثواب وعقاب میں بھی مشترک ہونگے جب ابن عباسؓ کیطرح عظیم الشان صحابی سے نص وارد ہوا تو پھر اسکے خلاف کہنے کی گنجائش کہاں رہ گیا۔ شاہ صاحب اس مسئلہ کے عنوان میں فرماتا ہے: فی وجوب اشتراک الجسد مع الروح فی النعیم والجحیم۔

عذاب قبر کے متعلق صحیح بخاری کی روایت

اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح للبخاری میں بار بار

عذاب قبر کا ذکر آیا ہے بندہ ان میں سے صرف ایک جگہ پر اکتفاء کرتا ہے 'باب التعوذ من عذاب القبر'..... قالت سمعت عن النبی ﷺ یتعوذ من عذاب القبر - اس جگہ حاشیہ پر فرماتا ہے: او الاضافة من اضافة المظروف الی الظرف فهو علی تقدیر 'فی' ای یتعوذ من عذاب فی القبر وفیه اثبات عذاب القبر فالایمان به واجب ۱۲ قس ص ۹۴۲ ج ۲۔

اسی طرح بخاری شریف کے مشہور شارح امام قسطلانیؒ ارشاد الساری شرح البخاری ص ۱۸۹ ج ۷ میں فرماتا ہے: ان رسول الله ﷺ قال المسلم اذا سئل فی القبر، ای بعد اعادة روحه الی جسده .... (وفی الاخرة) فی القبر بعد اعادة روحه فی جسده الخ اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ منکر ونکیر کا سوال روح مع الجسد سے ہے دوسرا یکہ عذاب قبر اسی گڑھے میں روح مع الجسد کو ہوتا ہے اور اس گڑھے میں موجود جسد عنصری ہے نہ کہ جسم مثالی۔

مولانا طیب قبر میں عذاب سے منکر ھے

حالانکہ مولانا طیب پنجپیری اس گڑھے میں عذاب وثواب کا قائل نہیں کیونکہ وہ اپنی کتاب مسلك الاكابر فی تحقيق الحياة وعدم السماع لاهل المقابر کے صفحہ ۱۹ پر لکھتا ہے:

''میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں'' اھ

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مولانا طیب اسی مدفن ارضی (جس کو قبر کہا جاتا ہے) میں عذاب وثواب کا قائل نہیں اور نہ اس میں حیات مانتے ہیں اسلئے اس کو اپنے مخالفین کا قول قرار دیا

حالانکہ آپ نے گذشتہ صفحات میں احادیث النبویہ ﷺ میں اور سلف صالحین کی تصریحات سے معلوم کیا کہ عذاب قبر وثواب قبر میں ثابت ہے

قبر لغت اور شریعت میں کیا چیز ھے؟

قبر مدفن ارضی کو کہا جاتا ہے لغةً وشرعاً۔ منجد میں ہے القبر: آدمی کے دفن کا مقام۔ قبرٌ: جمعه قبور۔ اَقْبَرَهٗ: کسی کو دفن کرنے کیلئے قبر بنایا۔ المَقْبُرَةُ: قبرستان، گورستان جمعه مقابر۔ لغت کی دوسری کتاب منتہی الارب ص ۱۴۱۷ میں ہے قبرٌ: بالفتح گور۔ قبور بالضم جمع، قَبَرَهٗ قَبْرًا در گور کرد آں را ومنه قوله تعالی ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ای جعله ممن يُقْبَرُ ولم يجعله مما يلقى للكلاب وكان القبر مما اكرم به بنو آدم اھ

دیکھو لغت کے دونوں کتابوں نے قبر اس مدفن ارضی کو قرار دیا اور منتہی الارب نے انسان کی خصوصیت قرار دیا کہ انسان کی خصوصیت مدفن ارضی ہے۔

نکتہ: اگر قبر بمعنی برزخ مراد لیا جائے تو پھر انسان کی خصوصیت نہیں رہتی نیز پھر قرآن مجید کے اس دوسرے جملے فَاَقْبَرَهٗ کا حاجت نہیں ہوتا کیونکہ نفس ثُمَّ اَمَاتَهٗ میں برزخ میں ہونا مراد لینے کیلئے کافی تھا کیونکہ برزخ تو نفس وفات سے حاصل ہوا لیکن قبر نفس وفات سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ تب حاصل ہوتا ہے کہ معروف طریقہ سے زمین میں گڑھا کھودے پھر اس میں انسان کو دفن کرے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فَاَمَاتَهٗ کے بعد فَاَقْبَرَهٗ کا جملہ زیادہ کیا کہ موت کے بعد یہ مخصوص عمل بھی ہوا بلکہ رد المحتار المعروف بہ شامی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر گڑھے کا نام ہے صرف میت کو چھپانے کا نام نہیں یہاں تک کہ اگر ایک میت پر بغیر گڑھے کے قبہ بنایا گیا یعنی اس میں ڈھانپ لیا تو اس کو قبر نہیں کہا جائیگا اسی طرح اگر ایک انسان کشتی میں وفات ہوا تو اس کا کفن و جنازہ کیا جائیگا لیکن اس کے لئے قبر ضروری نہیں جبکہ خشکی کا کنارہ دور ہو چنانچہ شامی ص ۲۵۹

ج ا میں ہے: شروع فی مسائل الدفن وهو فرض كفاية ان امكن اجماعا واحترز بالامكان عما اذا لم يمكن كما لو مات فی سفينة كما ياتی ومفاده انه لايجزی دفنه على وجه الارض ببناء عليه ۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر اصطلاح شرع میں اس گڑھے کو کہا جاتا ہے صرف برزخ کو نہیں کہا جاتا ورنہ کشتی میں بھی قبر کا حکم ہوتا اور زمین پر ڈھانپنے میں بھی قبر کا تحقق ہو جاتا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں میت کا برزخ میں ہونا ممکن ہے اگر ممکن نہیں تو کشتی میں گڑھا ممکن نہیں لہذا اگر قبر بمعنی گڑھا مراد لیا جائے تو یہ عبارت صحیح ہوتا ہے: واحترز بالامكان عما اذا لم يمكن كما لو مات فی سفينة ۔ اگر قبر سے گڑھا مراد نہ کیا جائے تو یہ عبارت صحیح نہیں ہوتا کیونکہ کشتی میں گڑھا ممکن نہیں اور برزخ تو کشتی میں بھی ممکن ہے بلکہ واقع ہے۔

نیز فقہاءؒ نے قبر کا خاص وضع بیان کیا ہے: مقدار نصف قامته ويلحد ولا يشق ۔ یہ وضع بمعنی گڑھا میں ہوتا ہے نفس برزخ میں نہیں ہوتا کیونکہ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان وقت کا نام ہے جو کہ لحد اور نصف قامت سے موصوف نہیں لحد اور نصف قامت سے موصوف یہی گڑھا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ قبر اصطلاح شرع میں اس گڑھے کا نام ہے ۔ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا زیارت اس گڑھے کا ہو سکتا ہے صرف عالم برزخ کا نہیں ہو سکتا، ایک دوسرے حدیث میں ہے: مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ يٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ لَهٗ بِعَدَدِ مَنْ فِيْهَا حَسَنَاتٌ بحر (شامیہ ص ۲۶۵، ۲۶۶ ج ۱) دخول گڑھوں کے مجمع کو ہو سکتا ہے زندہ آدمی کا دخول عالم برزخ کو نہیں ہوتا اور احادیث اور فقہاءؒ کی اقوال بھی ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ محدثین اور فقہائے کرام کا قبر کے متعلق یہی اصطلاح ہے کہ قبر

گڑھے کو کہا جاتا ہے، لہٰذا جس طرح ان احادیث میں قبر بمعنی گڑھا ہے اسی طرح اس حدیث
یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِهِمَا (بخاری شریف ص ۸۹۴ ج ۲) میں بھی قبر بمعنی گڑھا ہوگا اور اس حدیث
سَمِعْتُ النَّبِیَّ یَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ میں بھی قبر بمعنی یہی گڑھا ہوگا۔

پس جمہور علماء کا مذہب ثابت ہوا کہ اس گڑھے میں عذاب ہے اور اس گڑھے میں جسد عنصری ہوتا ہے جو دنیا میں تھا لہٰذا عذاب اسی دنیاوی جسم کو ہو گیا نہ کہ جسم مثالی کو تو مولانا طیب کے جسم مثالی کی بات بھی غلط ہوئی جیسا کہ اس کی یہ بات غلط ہوئی کہ اس مدفن ارضی میں عذاب نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ قبر کے جتنے احکام ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اس میں اس جسد عنصری کے اجزاء ہیں جب یہ ختم ہو جائے تو اس کے احترام کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے چنانچہ شامیہ مطبع ماجدیہ کوئٹہ ص ۶۶۷ ج ۱ میں ہے: وقید نور الایضاح کراهة القعود علی القبر بما اذا کان لغیر قرأة قلت وتقدم انه اذا بلی المیت وصار ترابا یجوز زرعه والبناء علیه لیکن عذاب وعقاب کا انقطاع نہیں ہوتا ویکون الروح متصلا بالجسد وکذا اذا صار ترابا یکون روحه متصلا بترابه والروح والتراب یتالم (حاشیہ شرح العقائد ۵ ص ۷۶)
ہاں عذاب قبر، قبر کیساتھ مختص نہیں جسد عنصری کیساتھ مختص ہے دنیا کے بعد آخرت سے پہلے جہاں جسد عنصری ہے وہاں اس کو ثواب وعقاب دیا جائیگا پانی کے اندر ہو یا جانور کے پیٹ میں ہو یا اس مدفن ارضی میں ہو البتہ اس عذاب وثواب کے اکثر افراد اس مدفن ارضی میں ہیں اسلئے علمائے کرام اس مسئلے کو عذاب القبر و ثوابه کا عنوان دیتے ہیں یعنی یہ عقاب وثواب جو عالم برزخ میں ہے قبر کیساتھ مختص نہیں، یہ نہیں کہ قبر میں ہے نہیں بلکہ اس عذاب کے اکثر افراد عذاب القبر وتنعیمه ہیں شاذ ونادر قبر کے سوا بھی ہیں چنانچہ شرح العقائد ص ۷۶ پر لکھتا ہے:
تفصیله ان المراد بعذاب القبر اما المعنی العلمی ای العذاب الذی بعدالموت

وقبل الحشر اعم من ان یکون فی القبر او فی غیرہ او کون اضافة العذاب الی القبر بمعنی 'فی' ای العذاب فی القبر وانماخص العذاب بالقبر مع من اکله السبع او غرق فی الماء او حرق فی النار او غیرذالک یکون لهم العذاب ثابتا ولایکون ذالک العذاب فی القبر بناء علی کثرة الوقوع لان اکثر الناس یدفنون فی القبور ۔یعنی یہ مدفن ارضی عقاب وثواب سے خالی نہیں یہ اور بات ہے کہ اس مدفن کے سوابھی عقاب وثواب موجود ہے۔جبکہ جسد عنصری اس مدفن میں نہ ہو۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگرکوئی یہ سوال کرے کہ ٹھیک ہے کہ قبر لغةً اور شرعاً اسی مدفن ارضی کوکہا جاتا ہے لیکن جن احادیث میں عذاب قبر کا ذکر ہے ان میں قبر سے دوسرا معنی مجازی مراد ہے یا ان میں تاویل کیا گیا ہے توجواب یہ ہے کہ اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جب تک معنی حقیقی کا امکان ہومجازی معنی مراد لینا جائز نہیں اسی طرح تاویل بھی بلادلیل شرعی یاعقلی جائز نہیں چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۲۹۲ج ا پرلکھتاہے:لایجوز التاویل بلاسند شرعی اوعقلی اس لئے آپ کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا،لہٰذا جن احادیث میں عذاب قبر کاذکر ہے ان میں قبر کا یہی معنی مدفن ارضی مراد ہوگا کہ یہ اسکالغوی اورشرعی معنی ہے۔

یہ مسئلہ اگرچہ واضح ہے لیکن پنج پیریوں نے اس سے انکار کیا ہے جیسا کہ مولانا طیب کا تحریر آپ نے دیکھ لیا،اسی طرح مولانا خان بادشاہ پنج پیری اوچیت والابھی اپنی کتابوں میں جسد عنصری کوعقاب وثواب کانفی کرتا ہے اس لئے بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ اس کے بارے میں اور سلف صالحین اکابرین اُمتِ مسلمہ کی تحریرات نقل کیا جائے تاکہ مزید واضح ہوجائے کہ پنج پیری حضرات اس مسئلہ میں دیوبند اور اہل السنّت والجماعت سے مخالف ہیں جس سے بندہ کا دعویٰ

ثابت ہو جائیگا کہ پنج پیری حضرات اہل السنّت والجماعت سے بھی خارج ہیں اور بندہ یہ بات اپنی طرف سے نہیں کرتا ہے بلکہ یہ بات اکابرین دیوبند اور اہل السنّت والجماعت کی کتابوں سے اور تحریرات سے ثابت ہے جیسا کہ بعض حوالہ جات گذر گئے جن میں شامیہ کا حوالہ بھی گذر گیا اور بعض ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

عذاب قبر کے متعلق مولانا غورغشتویؒ کا قول

رئیس المحدثین ترجمان دیوبند استاذ الاساتذہ حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ مشکوۃ ص۲۳ ج۱ کے حاشیہ ۴ پر فرماتے ہیں: عذاب القبر ثابت بآیات القرآن والاحادیث الصحیحه وباجماع اهل السنة ثم اختلف فی ان عذاب القبر یکون للروح فقط او للجسد مع الروح الثانی قول الجمهور وهو المشهور المختار ویؤیده الاحادیث کقوله علیه السلام فیقعدانه وقوله علیه السلام یضرب بین اذنیه وقوله علیه السلام فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فان کل ذالک من صفات الاجسادفعلم ان التعذیب یکون للجسدمع الروح.

عذاب قبر کے متعلق احادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(الف) اذاوضع فی القبروتولی عنه اصحابه الخ

(ب) وفی الحدیث الثانی عن زید بن ثابتؓ قال بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذحادت به فکادت تلقیه واذا اقبر ستة او خمسة فقال من یعرف اصحاب هذه القبور فقال رجل انا قال فمتی ماتوا قال فی الشرک فقال ان هذه الامة تبتلی فی قبورها الخ ۔(مشکوۃ ص۲۳ ج۱ بحوالہ صحیحین)

(ج) وفى الآخر واما الكافر فذكر موته قال ﷺ ويعاد روحه فى جسده (فى المرقات ،فى بعضه او كله)

(د) وعن عثمان انهؓ كان اذا وقف على قبر بكىٰ حتى يبل لحيته وقوله عليه السلام ويضيق عليه قبره (ص ٢٤،٢٥ مشكوة)

هذا الكل يدل على ان العذاب للجسد فى الحفرة التى فيها لان منها توحشت البغلة فان لم يكن العذاب فيها لما توحشت البغلة منها لانها لا تتوحش من المدر المجتمعة او الحجارة المجتمعة وايضا الوضع لا يكون الا للجسد وتولى الاصحاب منه وفعل الوضع والتولى ليس منسوبا الى شئ آخر سوى جسد الميت.

ففى (ب) تصريح باعادة الروح الى الجسد والجسد كثيرا ما يكون فى هذه الحفر ،وفى (ج) ان لم يكن العذاب فى الحفر لما بكى منه عثمانؓ لانه حينئذ هذه الحفرة وغيرها من الحفر سواء فلمَ يبكى منها ولا يبكى من الحفر الأُخر، وفى (د) ايضا دليل عليه لان الروح لا يضيق عليه ولا يختلف اضلاعه لان الاضلاع والتضيق يكون للجسد وهو فى الحفرة والروح لا اضلاع له ولا يمكن التضيق عليه .فثبت منها العذاب فى الحفرة للجسد نعم نحن لا ننكر عدم اختصاصه بالحفرة كغريق المآء ومأكول الحيوان يكون عذابه لاجزائه اينما كانت والله قادر عليه فانكان الجسد فى الحفرة يكون عذابه فيها وان كان فى غيرها يكون عذابه ايضا فيه فما ينفىٰ عذاب الحفرة وان لم يختص بها.

فهذه الاحاديث بسبب هذه الالفاظ تدل على ان العذاب للروح مع

الجسد لاللروح فقط،

وذالک ای **السماع** اما باذان رؤسهم علی قول الاکثر او باذان قلوبهم وقد تمسک به من یقول ان السوال یتوجه علی الروح والجسد ورده من قال انما یتوجه علی الروح فقط بان الاسماع یحتمل ان یکون لاُذن الرأس واذن القلب فلم یبق فیه حجة (لکنه علم مما کتب ان الاکثر علی ان السوال یتوجه علی الروح والجسد کما صرح به فی حاشیة مشکوة ایضاً) [مابین القوسین منی] وقد انکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجین بان المیت جماد لاحیاة له ولا ادراک فتعذیبه محال واجیب بانه یجوز أن یخلق الله تعالی فی جمیع الاجزاء او فی بعضهانوعا من الحیاة قدر ما یدرک الم العذاب وهذالا یلزم منه اعادة الروح الی الجسد ولاان یتحرک ویضطرب او یری اثر العذاب علیه حتی ان الغریق فی الماء والمأکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الهواء یعذب وان لم یطلع علیه (قسطلانی شرح بخاری ص۵۵۷ ج۷)

حتی یبعثه الله تعالی من مضجعه ذالک ای القبر الذی وسع له سبعون ذراعا، (مشکوة ص ۲۴ ج ۱) یہ تصریح ہے اس پر کہ یہ گڑھا نیک آدمی کیلئے فراخ ہو جایگا اور پھر قیامت کے دن اسی گڑھے سے اٹھ جایگا اسی طرح منافق پر یہ گڑھا تنگ کیا جایگا اور قیامت کے دن وہ اس گڑھے سے دوبارہ اُٹھ جایگا لانه یدل علیه قوله "من مضجعه ذالک"۔

عذاب قبر کے متعلق اشعۃ اللمعات کا قول

اشعۃ اللمعات مشہور شرح مشکوۃ شریف ''اول باب عذاب قبر'' میں فرماتے ہیں:

''اختلاف کردہ اند کہ عذاب درقبر بزندہ گردانیدن میت است یا در مقابلہ داشتن روح باوی یا بنوعے دیگر کہ پروردگار خواہد۔ و مارا بدریافتن کنہ حقیقت آں راہ نباشد وحق آنست کہ با حیات است چنانچہ ظاہر احادیث دال است برایں۔ نیز گفتہ اند کہ حیات را در تمام بدن وی در آرند چنانکہ در دنیا بود یا بجزِ وی از اجزاے وی متعلق سازند۔ (اس سے پہلے فرماتے ہیں) مراد بقبر عالم برزخ است کہ واسطہ است میان دنیا و آخرت وتعلق دارد بہر دو مقام نہ آن گورے کہ مردہ درو در گور کنند چہ بسیار مردگان کہ در آب غرق شوند و در آتش سوختہ گردند و در شکم جانوران بتحلیل روند، الاّ جزوے ازاں کہ آں را جزءِ اصلی خوانند۔ از اول عمر تا آخر آں باقی ماند پروردگار بقدرت خود آں را نگاہ دارد و ہیچ چیز از علم وقدرت وی بیرون نرود۔ اگر خواہد ہم بداں جز روح را متعلق سازد وجانے بخشد وعذاب کند ونعمت دہد۔''

مصنف علیہ الرحمۃ کے قول: مراد بقبر عالم برزخ است، اس سے مراد یہ ھے کہ عذاب اس گڑھے کیساتھ مختص نہیں کیونکہ بعض افراد اس گڑھے میں نہیں ہوتے جیسے غریق ومأکول الحیوانات۔ یہ مراد نہیں کہ گڑھے میں عذاب ہے نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو گڑھے میں ہے اس کو عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے اور جو اس گڑھے میں نہیں اسکو عذاب وہاں ہوتا ہے جہاں وہ موجود ہے کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ خود دوسری جگہ لکھتے ہیں: بدرستیکہ بندہ چوں نہادہ شود در گورش فی تفسیر قولہ علیہ السلام اذا وضع العبد فی قبرہ، اس میں تصریح ہے اس پر کہ در گور عذاب شود ومسئول شود فغرضہ اثبات العام لا نفی الخاص لانہ یثبتہ فیما بعدہ.

عذاب قبر کے متعلق ملا علی قاریؒ کا قول

ملا علی قاریؒ باب عذاب القبر کے ابتداء میں فرماتے ہیں:

''قال الامام النواویؒ مذهب اهل السنت والجماعت اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه الادلة من الكتاب والسنة ولا مانع فى العقل من ان يعيد الله الحياة فى جزء من الجسد او فى الجميع على خلاف بين الاصحاب فيثيبة ويعذبه ولا يمنع ذالك كون الميت قد تفرقت اجزائه او اكلته السباع والطيور لشمول علم الله تعالى وقدرته اه فالمصنف اثبت العذاب للجسد بلا احتمال آخر نعم فيه صورتان اعادة الروح فى كل الجسد او فى جزئه ، و ذكر بعد اسطر : اذا سئل فى القبر ،التخصيص للعادة او كل موضع فيه مقره فهو قبره فقوله التخصيص الخ جواب سوال مقدر ان السوال والعذاب ليس بمختص بالقبر فكيف قال اذا سئل فى القبر فاجاب اولاً بان التخصيص مبنى على العادة لان العادة الاكثر وضع الميت فى القبر والثانى ان المراد من القبر موضع قرار الميت فالقبر على الجواب الاول بمعنى الحفرة المعينة فثبت مدعانا لانا لاندعى التخصيص بل الشمول بان عذاب البرزخ شامل لعذاب هذه الحفرة ايضاً وهذا قد ثبت من عبارة المصنفؒ فان كان القبر بمعنى الحفرة فالكلام مبنى على الحقيقة وان كان بمعنى المقرفمن قبيل ذكر الخاص وارادة العام فالحمل على الاول راجح لانه مبنى على الحقيقة .''

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا فتویٰ

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ''آپ کے مسائل اور ان کے حل'' ج ا ص ۳۶ تا ۳۸ میں

فرماتا ہے: ''قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے لیکن روح کو بلا واسطہ اور بدن کو بواسطۂ روح کے عذاب دیا جاتا ہے۔'' حضرت مولانا مرحوم نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ روح کا ایک خاص تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے خواہ جسم قبر میں ہو یا دریا میں غرق ہو یا کسی جانور کے پیٹ میں ہو۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا قول

تیسری جگہ ص ۹۱ ج ۱ میں ایک سوال کے جواب فرمایا: ''میرے اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضۂ مطہرہ میں حیات جسمانی کیساتھ زندہ ہے یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا ہوں اور نہ وہ علمائے دیوبند کے مسلک پر ہیں۔''

حیات جسمانی کو حیات دنیاوی بھی کہتا ہے بایں معنی کہ دنیاوی جسم کیساتھ متعلق ہے اور حیات برزخی بھی کہلاتا ہے بایں معنی کہ برزخ میں واقع ہے۔ (بحوالہ المہند)

حضرت کی یہ عبارتیں معہود قبر میں عذاب پر دلالت کرتی ہے نیز اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب قبر اس معہود قبر کیساتھ مختص نہیں اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے کہ معہود قبر میں عذاب وتنعیم ہے لیکن اس کے ساتھ مختص نہیں۔ (یہ تفریع: حیات النبی ﷺ سے قبل عبارت پر ہے)

قبر کے گڑھے میں عذاب جسد عنصری کو ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کو [شرح العقائد و نبراس کی تفصیل]

شرح العقائد فی اول عذاب قبر میں ہے: وانکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان المیت جماد لاحیوۃ له ولا ادراک فتعذیبه محال

والجواب انه يجوز ان يخلق الله تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او فی بعضها نوعامن الحیوۃ قدرمایدرک الم العذاب اولذۃالتنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ولا ان یتحرک و یضطرب اویری اثرالعذاب علیہ حتی ان الغریق فی الماء اوالماکول فی بطون الحیوانات و المصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیہ و من تامل فی عجائب مُلکہ و غرائب قدرتہ لم یستبعد امثال ذالک فضلا عن الاستحالۃ. اھ

اس عبارت میں تصریح ہے کہ اس جسد عنصری کواس گڑھے میں عذاب ہوتا ہے اس لئے کہ معترض اس جسد پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ جماد ہے اور جماد جسد عنصری ہے روح نہیں۔ اعتراض اگرچہ معتزلہ کی طرف سے ہے لیکن مصنف یہ جواب نہیں دیتا کہ روح کوعذاب ہوتا ہے وہ جمادنہیں، بلکہ بنابرتسلیم جواب یہ ہے کہ اس جمادکوعذاب ہوتا ہے لیکن اسکواتناحیات ہوتا ہے جس سے اوراک الم اور تنعیم کرسکتا ہے اور یہ جماد جب گڑھے میں ہوتو عذاب بھی گڑھے میں ہوگا۔

اس عبارت میں دوسری دلیل جسد عنصری کے عذاب کا یہ ہے کہ اس عبارت میں ماکول اورغریق اورمصلوب کوعذاب ہونے کا اثبات ہوا، یہ تینوں صفات جسد عنصری کی ہیں مجردروح کی نہیں اورنہ ہی یہ تینوں صفات جسم مثالی کوثابت ہیں۔ فافہم

''عذاب القبرثابت'' پر نبراس کی تفصیل

عذاب القبرثابت(نبراس): والاضافۃ ای اضافۃ عذاب القبربمعنی ''فی'' یعنی العذاب فی القبر ثابت . وقیل عذاب اھل القبر علی حذف المضاف والمراد بہ عذاب یکون بعد الموت قبل البعث سواء کان المیت مقبوراً ام لا

وانما اضیف الی القبر نظرا علی الغالب۔اھ

اس میں بالکل تصریح ہے کہ عذاب جسد عنصری کو ہے اور اسی گڑھے میں ہے اگرچہ اس گڑھے کے ساتھ مختص نہیں۔لیکن عذاب قبر میں گڑھے کا ذکر اس لئے ہوتا ہے کہ غالب عذاب برزخی اس گڑھے میں ہوتا ہے تو مصنف ؒ کے نزد قبر سے یہ گڑھا مراد ہے اس لئے یہ تاویل کیا۔ اگر مطلق برزخ مراد لیا جائے تو پھر اس تاویل کو حاجت نہیں نیز مصنف ؒ نے تصریح کیا ہے کہ اضافت بمعنی **فی** ہے ای **العذاب فی القبر او عذاب اھل القبر**۔قبر میں عذاب اور قبر کا اہل یہ جسد عنصری ہے مجرد روح نہیں سو عذاب اس جسد کو ثابت ہوا اور اس گڑھے میں ثابت ہوا۔جسد سے مراد یہی اجزائے خاکی ہیں کل ہوں یا بعض ہوں جیسا کہ مذکور ہوا **"فی جمیع الاجزاء او فی بعضھا."**

اس طرح شرح العقائد کی دوسری عبارت سے بھی یہ ثابت ہے کہ قبر بمعنی گڑھا ہے مصنف ؒ فرماتے ہیں: **و ھما ملکان یدخلان القبر فیسئلان العبد اھ** تو دخول فی القبر تب ہوتا ہے جب قبر سے یہ گڑھا مراد لیا جائے اگر برزخ مراد لیا جائے تو برزخ کوئی ایسی خاص مقام نہیں جس میں دخول متصور ہو جائے پھر تو دخول فی القبر صحیح نہیں ہوتا البتہ یہ غالباً ہے۔

عذاب ،قبر میں جسم کو ہوتا ھے ، فتاوی دارالعلوم دیوبند سے استدلال

فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۴۱۲ جلد ۵ میں مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"قبر کو گہرا کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے جیسا کہ شامی سے منقول ہوا اور اس عالم میں میت کے بٹھانے کیلئے گہرائی مذکور کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم کے مثل نہیں ہے۔"

مفتی صاحب مرحوم نے میت کا بٹھانا ثابت کیا اور بٹھانا وغیرہ جسم کا خاصہ ہے روح کا

نہیں۔مزید مفتی صاحب مرحوم نے دنیا اور عالم برزخ کا فرق کیا ہے جس سے کسی کا انکار نہیں۔ دوسرا حوالہ: ’’عذاب قبر حق ہے اور اس وقت شروع ہو جاتا ہے جس وقت دفن کر کے واپس آتے ہیں‘‘۔صفحہ نمبر ۳۹۲ جلد ۵۔اس کے حاشیہ میں ہے۔

وضغطة القبر حق اھ

قبر کا ضغطہ روح کے لئے متصور نہیں اس جسم کو ہوتا ہے جو قبر میں موجود ہے اسی طرح ’’واپسی‘‘ اس جسد سے ہوتا ہے جو قبر میں رکھا جائے اور مفتی صاحب نے اسی کو عذاب دینے کا وقت بتایا۔اس صفحے کا حوالہ پہلے صفحے کے حوالے سے مقدم ہے لیکن یہ مولانا طیب کے مشن کے موافق نہیں اس لئے اس کو چھوڑ کر اس سے متاخرہ صفحہ سے دلیل پکڑا حالانکہ وہ بھی اس کی دلیل نہیں بنتی جیسا کہ بندہ نے اوپر ذکر کیا۔

دعویٰ مذکورہ کیلئے فتاوی رشیدیہ سے استدلال

شیخ المشائخ قامع بدعت اور محی السنۃ مولانا رشید احمد صاحبؒ فتاوی رشیدیہ صفحہ ۷۰ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتا ہے۔

’’قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر! اس طرح میرا کام کر دے تو یہ تو حرام اور شرک ہے بالاتفاق۔اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں۔‘‘

اگر قبر میں کچھ نہ ہوتا تو پھر دونوں کے نزدیک یہ دعا لغو اور ناجائز ہوتا لیکن جب شیخ صاحب نے فرمایا کہ قائلین سماع الموتی اس دعا کو جائز قرار دیتا ہے تو پتہ چلا کہ ان کے نزد قبر میں کچھ ہے۔

مشہور اور معروف حدیث ہے: مر علی قبرین الی لعلهٗ ان یخفف عنهما مالم
ییبسا یعنی حضورؐ نے اس گڑھے پر شاخ کے دو ٹکڑے رکھ دیئے اور فرمایا لعلهٗ ان الخ۔
اس طرح حضرت سعدؓ پر جب قبر میں تکلیف آئی تو حضورؐ نے وہاں ذکر شروع کیا اگر عذاب اور تکلیف اس گڑھے میں نہ ہوتا تو پھر اس گڑھے پر شاخوں کا رکھنا کیا معنی رکھتا ہے آپؐ کو اسکے لئے قبر کے ہاں ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی۔

یہ بات کہ قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ برزخ کا نام ہے صحیح نہیں

یہ بات اسلئے صحیح نہیں کہ احادیث میں زیارت القبور کا مسئلہ ہے۔ اس طرح قبور کو آنے جانے کا ذکر ہے انکو نیچا، اونچا کرنیکا ذکر ہے اس میں اگر قبر گڑھے کے معنی پر لی جائے تو سب امور صحیح ہیں لیکن اگر اس میں قبر برزخ کے معنی پر لی جائے تو ایک بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ برزخ کی نہ زیارت ہوتی ہے نہ اس کے ہاں آنا جانا ہوتا ہے اس طرح قبر بنانے کا طریقہ فقہ میں مذکور ہے اس کے گہرائی وغیرہ کا ذکر ہے قبر بمعنی برزخ میں مذکورہ امور میں سے کوئی امر متصور نہیں ہاں یہ بات صحیح ہے جیسا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ عذاب قبر میں قبر سے مراد عالم برزخ ہے کیونکہ خاص سے عام مراد لینا جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عذاب برزخ ثابت ہے عذاب قبر نہیں کیونکہ عام کے اثبات سے خاص کا نفی نہیں ہوتا بلکہ اکثر صورتوں میں عذاب برزخ عذاب قبر کی صورت میں ہے اس لئے عذاب برزخ سے عذاب قبر پر تعبیر ہوتا ہے اس لئے یہ حضرات یہ نہیں کہتے کہ عذاب قبر میں قبر کا معنی برزخ ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قبر کا معنی تو یہی گڑھا ہے لیکن مراد برزخ ہے تو موضوع لہ اور مراد دو متغائر چیزیں ہیں۔ موضوع لہ گڑھا ہے مراد گڑھا بھی ہو سکتا ہے غیر بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر عثمانی کے وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ۝ کی تفسیر سے استدلال

شیخ الاسلام مفسر قرآن مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"اور انکی ارواح وہاں علیین لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔"

دیوبند کے معتبر مفتی مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ کا فتوی بابت عذاب قبر

"ایک حدیث شریف میں موجود ہے کہ مردے میں روح قبر میں ڈالی جائے گی۔"

(فتاوی محمودیہ جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۴۹

"روح دفن کے وقت قبر میں داخل ہو کر جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور سوال و جواب قبر میں شروع ہو جاتا ہے صرح بہ السیوطی فی شرح الصدور صفحہ نمبر ۳۹۔"

(ص نمبر ۲۸۴ جلد ۱۰

مولانا طیب جسم مثالی کا دعویٰ کرتا ہے کسی ایک جگہ میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملا اور قبر میں عذاب کی نفی کرتا ہے کسی ایک جگہ میں بھی یہ نفی نہیں ملا اس لئے مولانا طیب کا یہ قول ان اکابرین سے مخالف ہے۔

حیات النبی ﷺ پر اہل السنت والجماعت کا اجماع

حیات النبی ﷺ کے مندرجہ عقیدہ (کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے) پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف خود نبی کریم سنتے

ہیں اور دیوبندی بریلوی سب اس کے قائل ہیں حتیٰ کہ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے بڑے مولانا نذیر حسین دہلوی بھی اس کے قائل ہیں اور موجودہ سعودی علماء بھی اس کو مانتے ہیں حتیٰ کہ ابن تیمیہ بھی اس کے قائل ہے بلاشبہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔" "مراد عند القبر سماع ہے۔ کیونکہ دور سے اللہ کے سوا کوئی نہیں سنتا۔ (بحوالہ رسالہ ماہنامہ حق چار یار لاہور ستمبر ۲۰۰۰ ص ۱۳)

دنیاوی حیات کا مطلب

دنیاوی حیات سے مراد من کل الوجوہ دنیاوی حیات نہیں جو وفات سے پہلے عالم شہادت (دنیا) میں تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جسم اطہر دنیا میں تھا وہی قبر شریف میں ہے اور اسی میں روح کے تعلق سے حیات ہے۔ چونکہ قبر عالم برزخ کا حصہ ہے اس لئے اس حیات کو دینوی برزخی کہا جاتا ہے۔ مماتی ٹولہ اس جسمانی حیات کا منکر ہے۔

اہل السنت والجماعت کون ہیں؟

اہل السنت والجماعت: یہ وہ مسلمان ہیں جو مذاہب اربعہ کے پیروکار ہیں یا اہل ظاہر ہیں جو سلف صالحین یعنی متبعین مذاہب اربعہ کو بدرد نہیں کہتے چنانچہ حاشیہ نمبر ۷ مشکوۃ جلد اول ص ۲۹ پر محدث کبیر استاد العلماء و مرشد ہم مولانا نصیر الدین فرماتے ہیں:

"واهل السنت والجماعت فی زماننا اصحاب المذاهب الاربعة واهل الظاهر الذين لايكفرون اصحاب المذاهب الاربعة ولايسبون الائمة المجتهدين و لا يعيبونهم۔"

(یہ تحقیق شیخ الحدیث مولینا محمد عثمان شاہ کا ہے بندہ بھی اس کا تائید کرتا ہے)

آج کے اہل الظواہر اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں (اقوال اکابر کی تطبیق)

﴿فائدہ مہمہ﴾

بعض اقوال اکابر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ خاص قسم کے اہل الظواہر (اہل حدیث وغیر مقلدین) اہل السنت والجماعت میں داخل ہیں جیسا کہ غورغوشتوی ؒ کے مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے اور بعض اکابر کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج اہل السنّت والجماعت مذاہب اربعہ میں منحصر ہیں اور جو کوئی عصر حاضر میں ان مذاہب اربعہ سے خارج ہو تو وہ اہل السنّت والجماعت سے خارج ہیں اور اہل بدعت میں سے ہیں جیسا کہ طحطاوی علی الدرالمختار ص۱۵۳ ج۴ میں ہے: ''فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظهٗ وتوفیقهٗ فی موافقتهم وخذلانهٗ وسخطهٗ ومقتهٗ فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله ومن کان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار انتهی.''

اسی طرح تفسیر احمدی ص ۵۲۶ میں ہے: ''قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع ۔'' اور المہند علی المفند علمائے دیوبند کا متفقہ فیصلہ یہ ہے: ''لابد للرجل فی هذا الزمان ان یقلد احدا من الائمة الاربعة رضی الله عنهم بل یجب فانا جربنا کثیرا ان مال ترک تقلید الائمة واتباع رأی نفسه وهواها السقوط فی حفرة الالحاد والزندقة اعاذنا الله منها ولاجل ذالک نحن ومشائخنا مقلدون

فی الاصول والفروع لامام المسلمین ابی حنیفه رضی الله عنه اماتنا الله علیه وحشرنا فی زمرته ولمشائخنافی ذالک تصانیف عدیدة شاعت واشتهرت فی الافاق ۔" ردالمحتار علی الدر المختار (ص ۴۴) میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "لایجوز احداث قول خارج عن المذاهب الاربعة۔"

ان دومخالف قولوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد امت مرحومہ میں سے سوادِاعظم کی عملی اجماع مرکب انہی مذاہب اربعہ کی اتباع پر منعقد ہوئی ہے (حاصل عقد الجید ص ۳۸، الانصاف ص ۵۹ للشاہ ولی اللہ الدہلویؒ بحوالہ احسن الفتاوی اردو ص ۴۱۲ ج ۱)۔ تو وہ اہل الظواہر جو اس مذکورہ اجماع کے زمانے سے پہلے گذر چکے ہیں اور مذاہب اربعہ کے مقلدین اور ائمہ مجتہدین کو بدرد نہیں کہتے ہیں وہ اہل السنّت والجماعت میں داخل ہیں کیونکہ انہوں نے نہ اجماع مرکب سے مخالفت کیا ہے اور نہ مذاہب اربعہ کے مقلدین اور ان کے ائمہ کو بدرد کہنے کا ارتکاب کیا ہے اور وہ اہل الظواہر جو مذکوہ اجماع کے بعد آئے ہیں (جیسا کہ عصر حاضر والے غیر مقلدین) تو یہ اہل الظواہر اہل السنّت والجماعت سے خارج ہیں اور اہل بدعت میں سے ہیں (خواہ مذاہب اربعہ کے مقلدین اور ائمہ کو بدرد کہتے ہوں یا نہ کہتے ہوں) کیونکہ انہوں نے مذکورہ اجماع مرکب سے مخالفت کا ارتکاب کیا ہے ۔ہاں ان میں سے جو مذاہب اربعہ کے مقلدین اور ائمہ کو بدرد کہتے ہوں وہ شدید بدعتی ہونگے کیونکہ مبتدع ہونا کلی مشکک ہے اور کلی مشکک کے افراد شدت وضعف میں متفاوت ہوتے ہیں ۱۲۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چشم وچراغ دیوبند حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا قول

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی قبر مبارک کیلئے بہت کچھ

شرف حاصل ہے کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضورؐ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ قبر میں زندہ ہیں۔“

(بحوالہ رأس الاربعین شائع کردہ ملتان ص ۵۰۹)

مغالطہ

یعنی مولانا طیب نے اپنے دعوی کے اثبات کیلئے اکابرین کی جو اقوال نقل کئے ہیں ان سے جوابات

گذشتہ صفحات میں آپ نے معلوم کیا کہ اکابر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو برزخ میں حیات دنیاوی بمعنیٰ تعلق الروح بالجسد الاطہر الدنیاوی ثابت ہے مولانا طیب اس کی نفی کیلئے اکابرین دیو بند کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں یہ ہے کہ حضورؐ کو برزخی حیات حاصل ہے اب آپ فیصلہ کریں کہ اس سے حیات دنیاوی بالمعنی المذکور کا نفی ہوئی ہے؟ ہرگز اس سے حیات دنیاوی کی نفی نہیں ہوئی۔

حیات برزخی سے تو کوئی منکر نہیں اور نہ ہم اس سے منکر ہیں۔ کہ ان کو اس دنیا کا حیات مکمل حاصل ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو قبر میں جو حیات حاصل ہے وہ دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ حاصل ہے اور مولانا طیب کے حوالہ جات اس کی نفی نہیں کرتے ورنہ پھر اکابر کی عبارات میں تناقض آجائے گا کیونکہ آپ نے عنقریب مولانا تھانویؒ کی عبارت دیکھ لی جس میں تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام کو قبر اطہر میں جسد اطہر کے ساتھ حیات حاصل ہے۔ اب اگر اعلاء السنن کی عبارت سے ثابت ہو جائے (جو حضرت تھانوی کی نگرانی میں مرتب ہوئی ہے) کہ حضرت ﷺ کو صرف برزخی حیات حاصل ہے جسد اطہر کے ساتھ حیات حاصل نہیں تو تناقض آگیا اور اگر برزخی حیات دنیاوی حیات بالمعنی المذکور کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے تو حضرت

تھانویؒ کی ان عبارت میں کوئی تناقض و تعارض نہیں اور جب برزخی حیات اور دنیاوی حیات بالمعنی المذکور میں تناقض و منافات نہیں تو پھر ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی حیات برزخی ان کو اپنی قبروں میں حاصل ہے حیات دنیاوی بالمعنی المذکور بھی حاصل ہے ہاں جس جگہ اکابرین نے الحیوۃ الدنیویۃ کی نفی کی ہے وہ بالمعنی المذکور نہیں بلکہ اس کی معنی یہ ہے کہ ان کو قبروں میں جسد اطہر کے ساتھ حیات حاصل ہے وہ ایسا حیات ہے جو برزخی حیات کا مدمقابل نہیں ان کو قبروں میں وہ حیات دنیاوی حاصل نہیں جو برزخ کے بالمقابل ہے یعنی عالم دنیا (مشاہدہ) کی حیات ۔ اس لئے ہم جو حیات ثابت کرتے ہیں اور اکابرین دیوبند اور اہل السنّت والجماعت کی عبارتوں سے جو حیات ثابت ہوتی ہے ہم اس کو حیات برزخی حیات دنیاوی کہتے ہیں اسکی نفی اکابرینؒ کی اقوال سے نہیں ہوتی حالانکہ مولانا طیب اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ وہ حیات جسم مثالی کے ساتھ مانتا ہے جس کا اثبات اکابرین کے اقوال سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے اس کتاب مسلک الاکابر کے ص ۳ پر لکھتا ہے:

"وفی المسئلة الثانية من يقول بالحيوة الدنياوی فهم خارجون عن حدالاعتدال و ناكبون عن النصوص."

اور یہاں الحیوۃ الدنیاوی سے وہ معنی مراد لیتا ہے جسے اکابر دیوبند اور اہل السنّت والجماعت ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کلام سے اپنے مخالفین پر رد کرتا ہے اور ردتب ہوتا ہے جب اس سے وہ معنی مراد لی جائے جو خصم کا معنی ہو اور اگر عالم مشاہدہ کا معنی مراد ہو جائے تب تو مخالفین پر رد نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو مخالفین بھی نہیں مانتے اور اس عبارت میں انھوں نے اکابرین دیوبند اہل السنّت والجماعت پر جو الزام لگایا اس کا اندازہ آپ خود لگائیے کیونکہ انھوں نے حیات دنیاوی بمعنی تعلق الروح بالجسد کے ماننے والوں کو حد اعتدال سے نکلنے والے اور

نصوص سے اعراض کرنے والے قرار دئے حالانکہ آپ نے گذشتہ صفحات میں حوالہ جات کے ساتھ معلوم کیا کہ اکابر دیو بند و اہل السنّت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور جو اکابر دیو بند اور اہل السنّت والجماعت کے اکابر کو اعتدال سے نکلنے والے، نصوص سے اعراض کرنے والے گردانتے ہیں وہ دیو بندی یا اہل السنّت والجماعت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرین دیو بند نے انکو دیو بندیت اور اہل السنّت والجماعت سے نکال دئے ہیں۔ اس طرح آپ نے گذشتہ صفحہ نمبر (۴۰) پر حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے جو ابن عباسؓ کے ارشاد مبارک پر مبنی تھا سیکھ لیا کہ روح اور جسد عنصری دونوں نعیم اور جہنم میں مشترک ہیں۔

شاہ صاحب نے اس عبارت میں قبر پر تصریح نہیں کی ہے لیکن اس عبارت سے قبر میں تنعیم وتعذیب ثابت ہوا کیونکہ شاہ صاحب نے جسد دنیاوی کو تنعیم وتعذیب ثابت کیا۔ لہذا جہاں جسد دنیاوی ہو وہاں عذاب وثواب برزخی ہوگا اور یہ واضح ہے کہ عام افراد کا موت کے بعد جسد دنیاوی عالم برزخ میں قبر میں ہوتا ہے لہذا اکثر اموات کا عقاب وثواب برزخی قبروں میں ہوتا ہے۔

بنابریں مولانا طیب نے اپنی تائید کیلئے حضرت کشمیریؒ کی حوالہ پر یہ قول لایا ہے: "و در قبر اصلاً تعلق روح بدن نیست۔" بندہ کہتا ہے کہ اگر شاہ صاحب کی یہ عبارۃ صحیح ہو جائے تو شاہ صاحب کی عبارتوں میں تناقض آئیگی لہذا مولانا طیب کی یہ عبارۃ شاہ صاحب کی حوالہ پر صحیح نہیں۔ اس طرح مولانا طیب نے بحوالہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیھم السلام کو دنیاوی حیات نہیں یعنی جسد عنصری کے ساتھ حیات نہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب کو منسوب کر کے یہ عبارۃ لایا ہے۔ انبیاء کرام علیھم السلام کی حیات، شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں۔ اب اگر اس عبارۃ کا یہ مطلب ہو کہ

انبیاء علیھم السلام جب وفات ہو جائے تو پھر ان کے ارواح مبارکہ کا تعلق ان کے اجسام عنصریہ کے ساتھ نہیں جو کہ مولانا طیب کی مراد ہے تو پھر حضرت مفتی صاحب کا اپنے اکابرین کے ساتھ خلاف آتا ہے کیونکہ اکابرین کا مسلک تو یہی ہے کہ انبیاء علیھم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور قبروں میں تو جسد عنصری (دنیاوی) ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ نیز پھر مفتی صاحب کی اس عبارۃ کا دوسری عبارۃ کے ساتھ تناقض اور تعارض آتا ہے جو فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۲۹۳ ج ۵ پر ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''عذاب قبر حق ہے اور اس وقت شروع ہو جاتا ہے جس وقت دفن کر کے واپس آتے ہیں۔'' قبر تو اس معھود معروف گڑھے کا نام ہے اور اس معروف گڑھے میں جسد دنیاوی ہے لہذا عام مردوں کو عقاب وثواب اور انبیاء علیھم السلام کو نعیم اور حیات مفتی صاحب کے نزد اس معروف گڑھے میں حاصل ہوا جس میں جسد دنیاوی ہے۔

ہاں مفتی صاحب نے جس حیات دنیاوی کا نفی کیا ہے وہ حیاتِ مشاہدہ (عالم دنیا کی حیات) کا نفی کیا ہے جو اتفاقی مسئلہ ہے اب اگر مفتی صاحب کی پہلی عبارت جو مولانا طیب نے اپنی تائید میں لایا ہے یہ معنی کرے کہ انبیاء علیھم السلام کو حیات بمعنی تعلق الروح بالبدن الدنیاوی حاصل نہیں تو مفتی صاحب کی اس عبارۃ کا دوسری عبارۃ کے ساتھ تعارض آتا ہے اور یہ عبارۃ فتاوٰی دار العلوم دیوبند کے جلد نمبر ۵ کے صفحہ ۲۹۳ پر ہے۔ مولانا طیب نے اپنی تائید میں جو عبارت لایا ہے وہ اسی جلد کے صفحہ ۳۹۷ پر ہے۔ لیکن پہلی عبارۃ اس کا خلاف ہے اس لئے اس کو نہیں لایا اس کے مابعد عبارۃ کو لایا حالانکہ آپ نے جان لیا کہ اس سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ کفایت المفتی کی عبارۃ کو اپنی تائید میں لایا ہے لیکن اس کا بھی یہی جواب ہے جو گذشتہ صفحات میں گذر گیا کیونکہ اسی کفایت المفتی کے صفحہ ۱۹۶ ج نمبر ۱ میں ہیں:

''ہاں میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا

تکلیف کو محسوس کرے۔''

اس عبارت میں مفتی صاحب نے قبر میں میت کو آرام یا تکلیف ثابت کیا اور قبر میں مجرد روح نہیں کیونکہ روح خاص مکان کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ قبر میں جسم مثالی ہے بلکہ قبر میں یہی دنیاوی جسد ہے جو دنیا میں روح کے ساتھ عمل میں شریک تھا۔لہذا مفتی صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ برزخی آرام یا تکلیف قبر میں دنیاوی جسم کو ہے اب اگر مفتی صاحب کے دوسرے عبارتوں کا مطلب اس کے خلاف ہو جائے تو تعارض آجائے گا جو اکابرین کی شایان شان نہیں لہذا ان کے دوسرے عبارتوں کا مطلب ایسا بیان کیا جائے گا جو ان کے واضح عبارتوں کے موافق ہو۔

اس طرح مولانا طیب نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی متعدد عبارات لا کر اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب حیات دنیاوی بمعنی الجمہور نہیں مانتا ہے حالانکہ اسکی جو عبارت مولانا طیب نے اپنی تائید کیلئے لایا ہے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس عبارت میں حیات دنیاوی بمعنی الجمہور کا اثبات کیا ہے۔ چنانچہ مولانا طیب نے اپنی کتاب مسلک الاکابر کے صفحہ ۱۵ پر حضرت شیخ الحدیث کا یہ عبارت لایا ہے:

''البتہ اپنے اکابر کا عقیدہ جو ہمیشہ سے سنتے چلے آئے ہیں اور اس میں کوئی تردد نہیں وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیھم السلام اپنے جسد مبارک کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں فان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء او کما قال ۔۔۔ لیکن وہ دنیاوی حیات بھی نہیں ہے۔'' اس کے بعد اس مسلکے کا حوالہ المہند پر دیا ہے۔

اب غور کرو اس عبارت میں: ''حضرات انبیاء علیھم السلام اپنے جسد مبارک کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں'' کہ اس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حیات دنیاوی بمعنی الجمہور ثابت

کیا کیونکہ بار بار گذر گیا کہ حیات دنیاوی سے مراد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر مبارک میں اس جسد دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں یہ ان کا ہر گز مراد نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو قبر میں عالم دنیا کی حیات حاصل ہے کیونکہ یہ تو انك میت و انهم میتون کے خلاف ہے۔ حضرت شیخ نے آخر میں جو حیات دنیاوی کی نفی کی ہے وہ اسی عالمِ مشاہدہ (دنیا) کی نفی کی ہے، جمہور کے معنی کی نفی نہیں کی ہے کیونکہ جمہور کے معنی کا اس سے پہلی عبارت میں اثبات کیا اور یہی اثبات ونفی جو جمہور کے مسلک کے موافق ہے کا حوالہ المہند سے دیا تو المہند سے بزعم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جمہور کا مسلک ثابت ہوا نہ کہ مولانا طیب کا۔

المهند على المفند (اجماعی عقائد اهل السنت والجماعت دیوبند) کے بارے میں مولانا طیب کا علمائے دیو بند پر بہتان عظیم

بنابریں مولانا طیب کا یہ عنوان "ہمارے کرم فرماؤں کا المہند پر عدم اعتماد اور اس میں تحریف" جمہور علمائے دیو بند پر بہتان ہے کیونکہ المہند پر جمہور علمائے دیو بند کا اعتماد ہے اشاعت والوں کا نہیں لیکن درحقیقت بات وہ ہے جو مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی دامت برکاتہم نے ان کے حق میں فرمایا ہے: "الافتراءُ شِعارهم و الكذب دثارهم۔"

اب مولانا طیب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر لکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہے۔ مولانا طیب کا یہ قول حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ کے اس عبارت سے بالکل مخالف ہے کیونکہ مولانا محمد زکریا صاحب انبیاء علیہم السلام کو حیات جسد اطہر کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کو حیات مثالی اجسام کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ نے انکو حیات اپنی قبروں میں ثابت کیا اور مولانا طیب نے

جنت میں اور قبروں میں یہی جسم دنیاوی ہے۔ لہذا جب قبر میں حیات ثابت ہوئی تو اس جسد عنصری کو حاصل ہوئی جو دنیا میں روح کے ساتھ موجود تھا تو آپ انصاف کریں کہ حضرت شیخؒ کی عبارت جمہور علماء کے موافق ہے یا مولانا طیب کی؟

مگر افسوس ہے کہ مولانا طیب بندہ جیسے کم علم طلباء کو اپنے اکابرین کی صحیح عقائد سے منحرف کرتے ہیں ورنہ اس نے اپنی تائید کیلئے اکابرین کے جتنے اقوال لائے ہیں کسی ایک میں بھی جسم مثالی کا ذکر نہیں اسی طرح وہ کوشش کرتا ہے کہ برزخ کے اثبات سے قبر معروف کی نفی کریں۔ اللہ کے بندے قبر تو برزخ کی منافی نہیں کہ برزخ کے اثبات سے قبر کی نفی ہو جائے۔ برزخ کی اثبات سے نہ قبر کی نفی ہوتی ہے اور نہ اثبات۔ برزخ اپنے دلائل سے ثابت ہے قبر اپنے دلائل سے البتہ قبر خاص اور برزخ عام ہے۔ قبر مظروف اور برزخ ظرف ہے۔ تو اکابرین کا مطلب یہ ہے کہ عقاب وثواب برزخ کا ضروری تو ہے مگر قبر کے ساتھ مختص نہیں۔ اب اس سے قبر کی نفی کہاں ہوگئی کہ مولانا طیب اسے قبر کے عقاب وثواب کو نفی کرتا ہے حالانکہ اکابرین جس طرح قبر کیساتھ عدم اختصاص کے قائل ہیں اسی طرح اس کے بھی قائل ہیں کہ برزخ کے عقاب وثواب کے اکثر افراد قبور میں ہیں سو ان کے اقوال سے قبر کی نفی نہیں ہوتی۔

مولانا طیب **مسلک الاکابر** کے صفحہ ۱۴ پر لکھتا ہے: ''حضرتؒ یعنی مولانا حسین علی کے خدام اکابر اشاعۃ التوحید والسنۃ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری، حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر اور......ان کے ساتھی ہیں'' یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرات اگرچہ حضرت مولانا حسین علی کی تلامذہ ہیں لیکن مولانا حسین علی کا ان کے سوا علماء دیوبند بھی تلامذہ تھے بلکہ نصیر الدین غورغشتوی مولانا حسین علی کا شاگرد بھی تھے اور ماذون بھی، اور مولانا نصیر الدین ان مسائل میں جمہور علماء دیوبند کے ساتھ تھا نہ کہ اشاعت والوں کے ساتھ بلکہ آپ نے گزشتہ

صفحات میں بقول مولانا مظہر حسین صاحب جان لیا کہ مولانا غلام اللہ خان اور مولانا نور محمد تو دونوں بالترتیب اشاعت کے ناظم اعلیٰ اور صدر تھے لیکن مسئلہ حیات النبیؐ میں آخر کار قاری محمد طیبؒ کے فیصلہ پر جمہور علماء دیوبند کے ساتھ موافق ہو گئے۔ لہذا مولانا طیب کا یہ قول غلط ہوا کہ مولانا حسین علیؒ کے خدام اشاعت والے ہیں اور نہ ہی مولانا حسین علی کا عقیدہ وہ ہوگا جو اس کے شاگرد اور ماذون کا ہے یعنی مولانا نصیر الدین کا۔

مولانا محمد ذکریا صاحبؒ نے مولانا حسین علی کے خدام کا موقف صحیح قرار دیا ہے لیکن اس سے مولانا نصیر الدین جیسے خدام مراد ہے نہ کہ اشاعت والے۔ اختصاراً کی خاطر اس مضمون کو اس پر ختم کیا۔ البتہ مسئلہ کی تقویت کے لئے سابقین اکابر کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ جمہور علماء دیوبند کا قول زیادہ مضبوط ہو جائے۔ اور اشاعت والوں کا قول ھباء منثورا ثابت ہو جائے۔

مسئلہ کی تقویت کے لئے سابقین اکابر کے اقوال:

چنانچہ شرح شفا ملا علی قاریؒ جلد۲ ص ۱۴۲ پر لکھتا ہے۔

"المعتقد المعتمد انه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره کسائر الانبیاء علیهم السلام فی قبور هم و هم احیاء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی حال الدنیاوی۔"

اسی طرح مرقات جلد۲ ص ۲۰۹ میں ہے۔ "ان الانبیا علیهم السلام احیاء فی قبور هم فیمکن لهم سماع صلوة من صلی علیهم۔"

شامی باب المغنم وقسمۃ جلد۳ ص ۳۶۶ میں ہے:

"ان الانبیاء احیاء فی قبورهم۔"

عینی علی البخاری جلد۷ ص ۶۰۰ میں ہے:

”انهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احیاء و اما سائر الخلق فانهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیمه و مذهب اهل السنه والجماعت ان فی القبر حیاة و موتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء.“

تصریحات علماء شافعیه و حنابله

طبقات شافعیہ جلد۲ص ۲۸۲ میں ہے:

عندنا رسول اللهﷺ حیؒ یحس و یعلم و تعرض علیه اعمال الامة و یبلغ الصلوة والسلام.“

فتح الباری جلد۷ ص ۲۲ مصری ص ۴ میں ہے:

”ان حیاته فی القبر لا یعقبها موت بل یستمرحیا.“

(الروضۃ بہیہ ص ۱۲) میں ہے:

”قال ابن عقیل من الحنابله هو صلی الله علیه وسلم حی فی قبره یصلی.“

رسائل ابن تیمہ الکلام فی المناسک الحج نمبر ۱۶ ص ۳۹۱

” قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فاخبر ا نه یسمع الصلوة من القریب و یبلغ ذالک من البعید.“

(نور الایمان ص ۴ اوفاء الوفا جلد۲ ص ۴۱۳)

” نقل عن الامام مالک انه کان یکره ان یقول الرجل زرت قبر النبیؐ قال ابن رشد من اتباعه ان الکراهة بغلبة الزیارة فی الموت و هو صلی الله علیه وسلم احیاه الله تعالیٰ بعد موته حیاة تامة۔“

تصریحات اکابر دیوبند

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

" ولان النبیّن صلواۃ اللہ علیھم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم ." (الکوکب الدری) جلد نمبر ا ص ۴۲۳

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (مرشد و استاذ حضرت مولانا الشیخ محمد زکریاؒ) فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض اوتحت حجابہ (بذل المجھود جلد ۲ ص ۱۱۷)

محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

" یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لاالروح فقط ."

(تحیۃ الاسلام ص ۳۶

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند میں بالتفصیل مذکور مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ اور تمام انبیاءؑ بجسد عنصری زندہ ہے جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلے میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

(ماہنامہ الصدیق، ملتان۔ جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ بحوالہ رسالہ "مسلک اہل السنّت والجماعت دیوبند ص ۶۵" لمولانا محمد ادریس وزیرستانی فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مصدقہ مولانا محمد حسن جان صاحب پشاور)

(فائدہ بحوالہ مذکور ص ۱۸) ملاحظہ فرمائیں:

"نبوت و رسالت کے لئے حیات و علم سے موصوف ہونا لازم ہے اس لئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ابدان مبارک میں وفات کے بعد بھی یہ تعلق روح ادراک وشعور ہوتا ہے ورنہ جس بدن میں ادراک وشعور نہ ہو اس پر حقیقی اعتبار سے رسول اللہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو اس میں بعد وفات وصف نبوت سے انعزال لازم آتا ہے اس لئے کے بغیر تعلق روح کے ابدان مدفونہ میں جو شعور مثل جمادات (نعوذ باللہ) قبور کے اندر ایجاد کیا جارہا ہے اس میں چونکہ احساس وعلم نہیں ہوتا اس وجہ سے وہ ابدان وصف نبوت ورسالت سے متصف نہیں ہوسکتے (العیاذ باللہ)۔"

شیخ الحدیث، شیخ العصر مولانا سلیم اللہ خان صاحب (شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی) فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں یہ عقیدہ نہ صرف علماء دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے۔ (المہند علی المفند)۔"

از کشف الباری کتاب المغازی ص ۱۲۵

ملاحظہ: بندہ کہتا ہے کہ اگر المہند میں حیات دنیاوی کا ثبوت نہ ہوتا تو پھر شیخ الحدیث صاحب اس پر حوالہ نہ دیتا لہذا مولانا طیب کی بات غلط ہوئی کہ المہند میں حیات دنیاوی نہیں ہے۔ فافہم ۱۲

مولانا تھانوی کی رائے اوپر گزر گئی اور بھی اکابرین دیوبند کے آراء ذکر کیے جائیں گے جبکہ المہند علی المفند اور تسکین الصدور پر بحث شروع ہو جائیگا۔

فائدہ: بعض عبارتوں میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق احیاء آیا ہے حضرت شاہ

صاحب مرحوم کے قول نے واضح کیا کہ یہ احیاء صرف روح کا نہیں بلکہ مجموع الاشخاص کا احیاء ہے۔ دوسری بات یہ کہ صرف روح کے احیاء کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو تمام اموات کو حاصل ہے **بقدر ادراک التنعیم والتعذیب** وہ تو انبیاء علیھم السلام کا تخصیص نہیں اس طرح یہ بھی واضح ہوا کہ دنیاوی جسد کے ساتھ احیاء ہے کیونکہ بعض اقوال میں اسکی تصریح ہے بعض میں تصریح نہیں لیکن مراد یہی ہے کیونکہ مسئلہ اتفاقی ہے اگر کوئی دوسرا احتمال ہوتا تو پھر اس پر تصریح کرتا کہ مسئلہ اختلافی ہے گو اس حدیث الانبیاء احیاء **فی قبورھم یصلون** کے الفاظ اور اسناد متواتر نہیں لیکن تواتر طبقہ اور توارث کا شرف اس کو حاصل ہے۔ دوسرے حیات فی القبر کا عقیدہ اہل السنت والجماعت کے متفق علیہ عقائد میں سے ہے جس پر قبر کی تنعیم وتعذیب مبنی ہے۔ بحوالہ "حیات انبیاء کرام ص ۴۲ " مولفہ مولانا عبدالشکور ترمذی خلیفہ مجاز حضرت ظفر احمد عثمانیؒ و مولانا محمد شفیع صاحبؒ۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہے۔ الخ یعنی غرض اصلی اصل تحریر سے مدافعت طعن میراث فدک تھی سو وہ جبھی ہو سکتی ہے کہ حیات نبوی حیات دنیوی ہو۔" (صفحہ ۲۷ آب حیات)

انبیاءؑ کے عدم توریث کا ایک اور سبب

(نکتہ)

انبیاء علیھم السلام کے عدم توریث کا سبب ایک تو حیات ہے کہ ظاہری موت کے بعد بھی انکا حیات برزخی بتعلق الروح مع الجسد المبارک اتنا قوی تر ہوتا ہے کہ اس کا اثر عدم توریث میں ظاہر ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ عدم توریث انبیاء علیھم السلام کا عمیق سبب ایک

اور بھی ہے اور وہ ہے تحفظ وارثان انبیاءؑ از خطر ضر رِ ایمان کیونکہ بسا اوقات وارثان طبعی طور پر مورث کے موت کے خواہاں ہوتے ہیں تا کہ حصہ وراثت مل جائے یا حصہ وراثت مل جانے کیوجہ سے مورث کے موت پر طبعاً شادمان ہوتے ہیں اور موت نبی علیہ ﷺ کی مطلق خواہش یا موت نبی علیہ ﷺ پر مطلق شادمانی مضر ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے حکمِ عدم توریث انبیاء علیہم السلام کے ذریعے وارثانِ انبیاء علیہم السلام کو اس خطر عظیم سے محفوظ فرمادیا۔ فللہ الحمد

(من افادات شیخ الحدیث مولانا محمد ربان شاہ الکلکوی الجبوی نور اللہ مرقدہ)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علمائے دیوبند کا اجماعی تاریخی فیصلہ بحوالہ المہند علی المفند

آخر میں المہند ص ۳۸ کا تاریخی فیصلہ نقل کیا جاتا ہے۔

"عندنا وعند مشائخنا حضرت الرسالة صلى الله عليه وسلم حی فی قبره الشريف وحياته علیہ ﷺ دنيوية من غير تكلف وهی مختصة به ﷺ وبجميع الانبياءؑ لابرزخية كما هی حاصلة لجميع المسلمين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطیؒ فی رسالته قال حيات الانبياو الشهداء فی القبر كحيٰوتهم فی الدنيا و يشهد له صلوة موسیٰؑ فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حيا فثبت بهذا ان حياتهٗ دنياوية برزخية لكونها فی عالم البرزخ۔"

يقول العبد ان المهند اثبت له الحيٰوة الدنياوية و اشبهما ايضاً بالحيٰوة الدنيا كما اثبت لها البرزخية و نفاها ايضاً فللحيٰوة و البرزخ مصنيان اثبتهما لحيٰوته بمعنى و نفاهما عنها بمعنى آخر فلاتعارض وصح اثبات الحيٰوة الدنياوية وصح تشبيهها بها ايضا لان اثبات الحيٰوة الدنيوية لحيوته بمعنى تعلق الروح بالجسد الدنياوی وهو المشبّه والمشبه به بمعنى عالم دنيا

مولانا طیب کا قاعدہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق ہوتا ہے وہ فرق بھی ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کو حیات دنیوی بھی ثابت ہوئی تو المہند کی عبارت کحیوتهم فی الدنیا (تشبیہ) سے حیات دنیاوی بمعنی جمہور کا نفی نہیں ہوا تو مولانا طیب کی یہ بات غلط ہوئی کہ اس تشبیہ سے حیات دنیاوی کا نفی ہوتا ہے جیسا کہ بعینہ حیات کی طرح ایک جگہ برزخ کی نفی ہوئی ہے دوسری جگہ اثبات، لیکن تعارض اسلئے نہیں کہ نفی اثبات دونوں ایک چیز کو متوجہ نہیں ہیں بلکہ اثبات برزخ میں (برزخ بمعنی عالم برزخ ہے) اور نفی عالم برزخ کے ایک فرد کا ہے کہ وہ عام اموات کا برزخ ہے۔

مولانا طیب کا المهند کی عبارت میں قطع و برید

مؤدبانہ گزارش ہے کہ مولانا طیب نے المہند کی اس عبارت میں قطع و برید کر کے بندہ جیسے کم علم طلباء کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کیا ہے ورنہ المہند کی عبارت میں وحیاته دنیاویه صریح طور پر موجود ہے اس طرح اس کے بعد بھی یہ تصریح ہے: فثبت بهذا ان حیاته دنیاویة برزخیة ۔ مسئلہ میں بالکل خفا نہیں لیکن اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسئلہ کی خفاء ہونے کی کوشش کی ہے چنانچہ اس نے تشبیہ سے حیات دنیاوی کی نفی کی ہے حالانکہ حیاته ﷺ کا بعد الممات حیات دنیاوی بمعنی عالم مشاہدہ (دنیا) کے ساتھ تشبیہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور کو بعد الممات جو حیات حاصل ہے وہ دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ حاصل ہے اس لئے وہ حیات دنیا کے مشابہ اور مماثل ہے کیونکہ دونوں کی وجہ شبہ جسد عنصری دنیاوی میں اشتراک ہے اگر قبر میں حیات جسم مثالی کے ساتھ حاصل ہے تو پھر اس کی تشبیہ حیات دنیا کے ساتھ نہیں ہوتا کیونکہ بعد الممات میں حیات جسم مثالی کے ساتھ ہے اور دنیا میں جسم عنصری کے ساتھ تھا تو پھر تماثل اور تشبیہ نہیں ہوتا۔

علماء دیوبند کے نزدیک "المهند على المفند" اور "تسکین الصدور" کا مقام

"مسلک اہل سنت والجماعت دیوبند اہل حق کا ایک ایسا علمی اور روحانی دائرہ ہے ج
کے عقائد ہرگز مشتبہ نہیں کہ کوئی شخص دیوبندیت کے نام پر جو کچھ چاہے کہتا رہے اور کرتا ر
مسلک دیوبند کے نظریات اکابر دیوبند کی مرکزی علمی دستاویز "المہند علی المفند" میں قلم بند
جس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے لیکر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تک سب ا
کے دستخط موجود ہیں پس المہند علی المفند مسلک دیوبند کی سرکاری ترجمان ہے جس کا تسلیم ک
دیوبندیت اور جس سے انحراف مسلک دیوبند سے گریز کرنا ہے۔"

(بحوالہ حیات انبیاء کرام ص۹

بندہ نے خود المہند علی المفند کا مطالعہ کیا ہے جس پر چوبیس اکابرین دیوبند کے د
ثبت ہیں جن میں سے دو بڑوں کا ذکر ہوا۔ تین اور مشہور بڑوں کا ذکر بندہ کرتا ہے جو کہ مولا
عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا
عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ ہیں۔ اس طرح چھ مستند علماء کرام مکہ معظمہ، تقریباً بیس علماء کر
مدینہ منورہ جو کہ مختلف مذاہب کے علماء کرام ہیں اس کے بعد اس طرح مختلف مذاہب کے
کے جامع اظہر کے علماء کرام دمشق و شام کے علماء کرام کی دستخطیں اس پر ثبت ہیں اس
المہند علی المفند اگرچہ چھوٹا رسالہ ہے لیکن معنیً بہت وزنی ہے کیونکہ مختلف مذاہب اور متعد
ممالک کے علماء کرام اس پر متفق ہیں۔

"تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور

یہ کتاب صاحب اللسان والقلم ترجمان علمائے دیوبند حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولا

فراز خان صفدر صاحب ، شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی تصنیف ہے اور یہ کتاب
یت علمائے اسلام کے حکم سے لکھی گئی ہے چنانچہ ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بمطابق ۴ اگست
۱۹۶ کو لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کا مرکزی اجلاس منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ
ا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کتاب لکھے
رحضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوری اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث
وڑہ خٹک سے اس بارے میں مشورہ کرتے رہے اور یہ دونوں حضرات اس اجلاس میں موجود
بندہ (مولنا مظہر حسین جہلمی) بھی اس اجلاس میں موجود تھا اس کے بعد مولانا موصوف نے بڑی محنت سے کتاب
کین الصدور تصنیف فرمائی اور بالآخر ۲۴ رشعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء کو
ان میں اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا غلام
ث ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا
فتی عبداللہ صاحب ملتان حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال،
ضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند امیر جمعیت علمائے اسلام صوبہ
رحد، حضرت مولانا نذیر اللہ صاحبؒ گجرات شریک تھے۔ بندہ اس اجلاس میں حاضر تھا دو دن
ں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے کتاب سنائی۔ چنانچہ وہ خود سخن ہائے گفتنی کے
ت لکھتے ہیں کہ ملتان کے اس اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اول سے آخر تک راقم
کتاب سناتا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض بعض مقامات پر اصلاح بھی کراتے رہے اور
آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور انکی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں الخ

کتاب ''تسکین الصدور'' پر بڑے بڑے دیوبند کے علمائے حق کی تقاریظ موجود ہے مثلاً
مولانا فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ،

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب" کراچی وغیرھم، (منقول از ماہنامہ حق چاریار لاہور ص ۱۱،ص ۱۲)

اوراس کے متعلق مولانا عبدالشکور ترمذی اپنی کتاب "حیات انبیائے کرام" کے ص ۴۱ پر لکھتا ہے "مولانا موصوف نے مسلک اہل سنت والجماعت کو جس کی تعبیر اور عنوان اس زمانہ میں مسلک دیوبند ہے دلائل اور حوالوں کے ساتھ دلنشین انداز میں بہت عمدہ طریقے سے واضح اور ثابت کیا ہے جزاھم اللہ خیر الجزاء" اس لئے بندہ عرض کرتا ہے کہ ان دونوں کتابوں "المہند علی المفند" "تسکین الصدور" کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے عموماً اور ہر طالب علم دین وعالم دین کیلئے ضروری ہے کیونکہ بہت اہم معلومات پر مشتمل ہیں اور اکابر کی نشان بھی ہیں۔

مولنا ظفر احمد عثمانی کی عذاب قبر کے متعلق فیصلہ کن بات

مولنا ظفر احمد عثمانی عذاب قبر کے متعلق فیصلہ کن بات فرماتے ہے: "بہرحال صحیح مسلک اہل حق کا یہی ہے کہ قبر میں روح مع الجسد کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ گو ہیئت ترکیبی باقی نہ رہے جس پر روایات اور سلف کے اقوال کثیرہ شاہد ہیں .... نوٹ. اس سلسلے کی تصنیفات میں تسکین الصدور کا مطالعہ مفید ہے۔ کتبہ محمد وجیہ الدین دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو لایار ضلع حیدرآباد

الجواب صحیح ظفر احمد عثمانی ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جمہور اُمت کا عقیدہ بحوالۂ مفتی محمد شفیعؒ

''جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ (اور یہی حیات دنیاوی ہے) انکی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیاوی (بمعنی عالم دنیا) کے بالکل مماثل ہے (کیونکہ عالم دنیا کا حیات بھی جسد عنصری کے ساتھ تھا اور یہ حیات برزخی بھی جسد عنصری کیساتھ ہے) بجز اسکے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں ہیں۔''

آخر میں مفتی صاحب فرماتے ہے۔''میرے سابقہ فتاوی سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور میرے کلام کی تحریف ہے۔''بندہ محمد شفیع غفرلہ دارالعلوم کراچی ۱۴/۴/۸۷ھج

(بحوالہ حیات انبیائے کرام ص ۵۹ و ص ۶۱)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　اگرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اولیائے کرام کو علم غیب نہیں لیکن ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جو اہل باطل پر تیر بہدف کی طرح لگتے ہیں۔ دیکھو مولانا محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان نے مولانا طیب پر کس طرح وار کیا کہ جو میرے سابقہ فتوی سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑتا ہے وہ صریح ظلم کرتا ہے اور میرے کلام کی تحریف کرتا ہے۔ حال یہ ہے کہ مولانا طیب نے آپؒ کے کلام سے حیات جسمانی سے انکار پر دلیل پکڑا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''مسلک الاکابر'' کے ص ۱۳ پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ کی عبارات از معارف القرآن نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

''مندرجہ بالا تحقیق سے علمائے اہل السنّت فقہاء احناف اور اکابر دیوبند کا مسلک واضح ہے کہ مرنے کے بعد شروع ہونے والی زندگی دنیاوی زندگی نہیں بلکہ برزخی زندگی ہے جو دنیاوی

زندگی سے الگ ہے اور اس کے مماثل نہیں۔ انبیاء و شہداء علیہم الصلوۃ السلام بھی حیات برزخیہ رکھتے ہیں اور دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں شامل ہیں۔"

مولانا طیب کے اس کلام کا اول حصہ سے لے کر" دنیاوی زندگی سے الگ ہے" تک صحیح ہے اور یہ تو چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں لیکن اس کا آخری حصہ" اور اس کے مماثل نہیں.. انبیاء و شہداء بھی حیات برزخیہ رکھتے ہیں" الخ یعنی وہ بھی اسی برزخی زندگی میں عام اموات کے ساتھ شریک ہیں، یہ صریح تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟؟

المہند اور علمائے دیوبند اہل السنّت سب کی تحقیقات سے خلاف ہے لیکن پھر بھی مولانا کہتا ہے کہ مندرجہ بالا تحقیق سے میرا مسلک ثابت ہوا۔ حالانکہ ان اکابر کی تحقیقات سے صراحۃً ثابت ہوا کہ قبر بمعنی معہود گڑھے میں عذاب و عقاب ثابت ہے اگر چہ اس کے ساتھ مختص نہیں کیونکہ بندہ نے گذشتہ صفحات میں ثابت کیا کہ قبر لغت اور اصطلاح شرع میں اس گڑھے کا نام ہے دوسری بات اکابر کی تحقیقات سے صریح طور پر یہ ثابت ہوئی کہ عقاب و ثواب روح بمع جسد عنصری دونوں کو ہے۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام برزخی زندگی میں عام اموات سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ چھوتھی بات یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا یہ حیات برزخیہ دنیاوی ہے بمعنی تعلق الروح مع الجسد العنصری اور یہ اتنا قوی ہے کہ حیات دنیوی بمعنی عالم مشاہدہ (دنیا) کے مماثل ہے۔ اس لئے بندہ نے پہلے عرض کیا تھا کہ مولانا طیب اپنے مدعی کے اثبات کیلئے اکابر کی جو عبارات لائے ہیں اس میں انھوں نے یا تو قطع و برید کیا ہے یا انکی مرضی کے خلاف تشریح کی ہے۔ توجیہ القائل بمالا یرضی بہ قائلہٗ کے قبیلہ سے۔

الحمد للہ کہ مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم کی عبارت سے یہ بات کالشمس فی نصف النہار واضح ہوئی۔ مولانا طیب اس کتاب کے ص ۲۴ پر بالکل اپنے غلط عقیدے کا برملا

اظہار کر کے فرماتا ہے۔ ''الحاصل ایک دفعہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد دوبارہ قیامت کو ہی داخل ہوگی اس سے پہلے نہیں اس لئے اس سے پہلے حیات جسمانی دنیاوی کی بات غلط محض ہے اور ان آیات کے خلاف ہے۔'' مولانا طیب کے اس کلام اور اس کے بعد اسی کتاب کے ص ۱۸ پر حدیث میں بتادیا کہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاء علیھم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکلیہ قبر کے عقاب وثواب کا قائل نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد دوبارہ قیامت کو ہی آئے گا۔ کہ انبیاء علیھم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے پہلے اموات کو زندگی کا کوئی شعبہ حاصل نہیں اور یہ تو اہل السنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قبر میں عقاب اور ثواب ہے اور مجرد روح کو یا جسم بلا حیات کو عقاب وثواب نہیں۔ جیسے کہ اس پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے تفصیلی فتویٰ میں تصریح ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ ''لیکن یہ عقیدہ کہ ثواب و عقاب محض روح کو ہو اور جسم یا اس کے اجزاء سے کسی نوع کا تعلق نہ ہو یہ عقیدہ ابن حزم ظاہری اور ابن میسرہ کا ہے۔ نیز یہ عقیدہ کہ جسد کو بغیر تعلق روح کے عذاب ہو یہ کرامیہ کا مسلک ہے الخ

(الجواب صحیح) ظفر احمد عثمانی ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

یہ فتویٰ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار کے فتویٰ کے رجسٹر میں ہوگا اور ''حیات انبیائے کرام'' کے ص ۴۸ پر موجود ہے۔ ایک طرف مولانا طیب علمائے دیوبند اور اہلسنت الجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں دوسری طرف انکی عبارات اپنی تائید کیلئے پیش کرتے ہے یہ کتنا عظیم ظلم اور بہتان ہے۔ مولانا طیب نے جس حدیث سے جسم مثالی پر استدلال کیا ہے اس کا جواب انہوں نے اپنے کتاب مسلک الاکابر کے ص ۱۸ پر فرمایا ہے '' حدیث میں بتادیا کہ شہداء کی ارواح

کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہے۔"

مسئلۂ حیات انبیاء علیہم السلام میں مولانا طیب کی مذموم کوشش (نکتہ)

مولانا ہر جگہ کوشش کرتا ہے کہ شہداء اور انبیاء علیہم السلام کی دنیا کے بعد کی زندگی عام اموات کے زندگی کے ساتھ برابر کرے لیکن آپ نے سابقہ تحقیق میں پہچان لیا کہ اس میں فرق ہے مولانا طیب اکابر کی اقوال ہمارے رد کیلئے نقل کرتے ہیں لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتے معارف القرآن کی عبارت جو انہوں نے ص ۱۳ پر نقل کیا ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کو محسوس کرتا ہے لیکن مولانا طیب خود قبر میں نہ حیات کا قائل ہے نہ عقاب وثواب کا۔

اس حدیث کی تشریح از حاشیۂ مشکوۃ جس پر مولینا طیب نے استدلال کیا ہے۔

اب اس حدیث کی تشریح از مشکواۃ حاشیہ نمبر ۶ ص ۳۴۸ ج ۲ سے سنو۔

فی اجواف طیر خضر: قیل ایداعها فی اجواف تلک الطیور کوضع الدر فی الصناديق تكريما و تشريفا لها وادخالها فی الجنة بهذه الصورة لامتعلقة بهذه الابدان مدبرة فيها تدبير الارواح فی الابدان الدنيوية وهذا دفع لشبهة من تمسک به فی القول بالتناسخ ولتوهم من قال هذا تنزيل وتنقيص لهم حيث اخرجوا من الابدان الانسانية الى الاجسام الحيوانية فتدبر، وقيل يعنی ارواح الشهداء لما استكملت تمثلت بامر الله سبحانه بصور طير خضر وحصلت لهاتلک الهيئة كتمثل الملک بشرا فليست هذه الابدان هی التی

يتعلق بها تلك الارواح و يدبر فيها بل هي انفسها صورالارواح تمثلت بهافافهم. واقول يحتمل ان يكون الابدان على صفات الابدان الانسانية وان كانت على صورطيرخضر ولا يكون على صفاتهاحقيقه فانه لااعتداد للصور والاشكال بل لا يبعدان يقال تسميتها بالطيور لانتقالها من مكان الى مكان على هيئة الطيران لا المشي على الاقدام كما يكون للادمي في الدنيا فلا يلزم تنزيلها و تنقيصها."

دیکھو محشیؒ نے مولانا طیب کا قول رد کیا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ شہداء کے ارواح کو پرندوں کے شکل کے مثالی اجسام دیا جاتا ہے تو پھر اس سے تناسخ ثابت ہوتا ہے جو ایک غلط مذہب ہے کہ قیامت میں دوزخ و جنت نہیں ہے البتہ نیک آدمی کی روح مرنے کے بعد خوبصورت شکل بدن میں گھس جاتی ہے جیسے فرشتے وغیرہ۔ اور برے انسان کی روح خبیث چیز کی بدن میں گھس جاتی ہے جیسے کتا وغیرہ۔ نیز اس سے شہدائے کرام کی تنقیص ہوتی ہے کیونکہ انسانی شکل و بدن سے نکل کر حیوانی اجسام میں منتقل ہوئے حالانکہ انسانی شکل کے متعلق قرآن عظیم فرماتا ہے "لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم۔

محشیؒ کے چار جوابات

تو محشیؒ نے اس کے چار جوابات دیے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ شہداء کی ارواح پرندوں کی شکل میں مثالی اجسام کو منتقل نہیں ہوئے ہیں کہ تناسخ لازم ہو جائے یا انکی تنقیص ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ارواح ایک قیمتی چیز کی طرح پرندوں کی اجواف میں رکھے جائیں تکریما کوضع الدر في الصناديق جیسے کہ ہم جہاز میں سوار ہو جائیں۔

لہذا اسمیں تناسخ و تنقیص نہیں اور ایسا نہیں کہ شہداء کی ارواح کو دنیاوی اجسام کے مقابلے

میں پرندوں کی شکل کی مثالی اجسام دیئے گئے ہیں جس سے تناسخ اور تنقیص لازم ہوتا ہے سواری کو جہاز کی شکل اور بدن نہیں دیا جاتا لیکن اس کے باوجود سواری جہاز میں چونکہ موجود ہے اس لئے جہاں جہاز جاتا ہے وہاں وہ بھی جاتا ہے سواری کا جہاز کے ساتھ ایسا تعلق نہیں جو روح کا دنیا میں اپنے بدن کے ساتھ تھا کیونکہ دنیا میں بدن کے ساتھ روح کا تعلق تعلق التدبیر والتصرف تھا۔اس طرح شہداء کی ارواح کا تعلق پرندوں کے بدن کے ساتھ تعلق التدبیر والتصرف نہیں ہے اور مولانا طیب کے قول پر تناسخ اور تنقیص لازم ہوتا ہے کیونکہ وہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دیئے جانے کے قائل ہے یعنی جسم عنصری سے نقل کر کے جسم مثالی میں گھس گئے اس لئے وہ عذاب وثواب اس جسم مثالی کا قائل ہے جسم عنصری کا قائل نہیں اور یہ بعینہ تناسخ ہے اور تنزیل وتنقیص ہے جس کو محشیؒ نے رد کیا۔اس طرح محشیؒ نے تین جوابات اور بھی دیئے ہیں جو حاشیہ کی عبارت میں مذکور ہے مگر سب کا نچوڑ اور خلاصہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ حدیث کے ظاہر پر تناسخ اور تنقیص کا اعتراض وارد ہونا، جبکہ یہ جوابات اس کی نفی کرتا ہے کہ حدیث سے تناسخ اور تنقیص لازم نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ میں مولانا طیب بالکل منفرد ہے

خلاصہ یہ ہوا کہ مولانا طیب نے اپنے مسلک کے اثبات کیلئے اکابرین کی اقوال اور اس حدیث کا اشارہ نقل کیا لیکن آپ نے جان لیا کہ نہ اکابرین کی اقوال سے اس کا مسلک ثابت ہوتا ہے اور نہ اس حدیث سے اس کا مسلک ثابت ہوتا ہے وہ اس مسئلہ میں بالکل منفرد ہے البتہ اشاعت والے اس کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ اسی کتاب میں انہوں نے اسکی تصویب کی ہے جیسا کہ اس کی ابتداء میں ان حضرات کی تقریظات موجود ہیں۔

ٹل مناظرہ

قطر والے خان بادشاہ سکنہ اوچت کرم ایجنسی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: ''میں نے دارالعلوم عربیہ ٹل میں مفتی محمد سردار اور مولانا عبدالمتین صاحب کے ساتھ مناظرہ کیا لیکن وہ مجھ سے فرار ہوا۔''

بندہ عرض کرتا ہے کہ بالکل مناظرہ کا انعقاد ہوا تھا وہ دارالعلوم ٹل کو آگئے لیکن وہاں جس موضوع پر مناظرہ منعقد ہوا تھا اس نے اس سے غیر باتیں شروع کیں۔ اتنے میں جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا ہم نے دارالعلوم کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ لی اتنے میں وہ اپنے پارٹی کے ساتھ چلا گیا تھا۔ الحمدللہ اس واقعہ سے ہمارے دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا معزالحق صاحب اور مولانا عین الدین صاحب کابلی نیز مولانا عبدالمتین صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ خوب خبردار ہیں کسی کو شک ہو ان حضرات سے پتہ کریں انکو خان بادشاہ کے جھوٹ کا پلندہ واضح ہو جائیگا اس کا واضح جھوٹ تو یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے ''لیس فرد من افرادھم القائلین بالحیاۃ الجسمانی للانبیاء علیھم السلام یناظر مع واحد من رفقاء اشاعۃ التوحید'' کیونکہ آپ نے گذشتہ صفحات میں سلف وخلف کی متعدد اقوال دیکھ لئے کہ سارے اس پر متفق ہیں کہ انبیاء علیھم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اسی بناء پر عالم دنیا کے ساتھ مماثل ہیں پھر کیسے حیات جسمانی والے مماتی ٹولے کے ساتھ مناظرہ نہیں کر سکتے جب کہ سلف وخلف کے اقوال حیات جسمانی پر تصریح کرتے ہیں لیکن دروغگو سے جھوٹ کہنا کوئی بعید نہیں۔

عذاب قبر کے متعلق حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کتاب الروح" سے حوالہ

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع کے متعلق مفید بیان کیا ہے لہٰذا ذیل میں عذاب قبر کے متعلق اسی کتاب کی عبارت بعینہ نقل کرتا ہوں۔

"برزخ میں عذاب وثواب روح وبدن دونوں پر ہے باطل خیالات معلوم کرنے کے بعد امت کے اسلاف وائمہ کی رائے ٹٹولنی چاہئے انکی رائے ہے کہ قبر میں عذاب وثواب برحق ہے اور روح وبدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (بندہ کہتا ہے کہ اس عبارت میں حافظ صاحبؒ نے سب کچھ واضح کیا) روح بدن سے جدا ہو کر باقی رہتی ہے اور ثواب وعذاب میں مبتلا رہتی ہے کبھی بدن سے متصل بھی ہو جاتی ہے اور بدن کو اس کے ساتھ عذاب یا ثواب ہوتا ہے قیامت کے دن روحیں جسموں میں لوٹا دی جائے گی اور لوگ قبروں سے اُٹھ کر رب العالمین کے سامنے آ کھڑے ہونگے معاد اجسام میں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں سب کا اتفاق ہے۔"

(کتاب الروح ص ۱۰۸)

مصنف کی اس عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

نمبر۱۔ عذاب قبر ثابت ہے۔

نمبر۲۔ عذاب قبر یا ثواب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔

نمبر۳۔ عذاب قبر وثواب آں برزخ کے ثواب وعذاب کے منافی نہیں۔ کیونکہ مصنف نے برزخ میں ثواب وعذاب اعمّ کا عنوان ٹھہرایا اور پھر تفصیل میں عذاب وثواب قبر کی بات کی جس سے واضح ہوا کہ یہی عذاب قبر وثواب برزخ کا عذاب وثواب ہے۔ قبر برزخ کا مقابل نہیں بلکہ اس کا ایک فرد ہے کیونکہ برزخ عام اور قبر خاص ہے، دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی

نبت ہے لہذا برزخ کے اثبات سے قبر کی نفی نہیں ہوتی اور عذاب قبر کے اثبات سے عذاب برزخ کا اثبات ہوتا ہے۔ مسلمہ قاعدہ ہے کہ عبارات میں لفظ سے وہ معنی مراد ہوتا ہے جو عام محاورات میں اس سے مفہوم ہو جاتا ہے۔ محاورات میں قبر سے یہی گڑھا مراد ہوتا ہے۔

پنج پیریوں کا چند اور مسائل میں علماء دیوبند کے ساتھ اختلاف

غیر منصوصی مسائل میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن مقلدین اور معتقدین اسمیں بھی اپنے امام اور معتقد کے تابع ہوتے ہیں اگر پنج پیری حضرات دیوبندی اہل السنّت والجماعت ہوتے تو اسمیں بھی وہ دیوبند جو اہل سنت والجماعت کا ترجمان ہے کے مخالفت نہیں کرتے لیکن پنج پیری حضرات اس میں اختلاف تو درکنار دیوبند پر تنقید کرتے ہیں تو پھر وہ کیسے دیوبندی ہو گئے؟ جیسے توسُّل بالذوات الفاضلہ، حیلۂ اسقاط اور دعا بعد الثنۃ کہ یہ مسائل ایک درجہ میں اکابرین دیوبند مانتے ہیں چنانچہ مسئلہ اولیٰ کے متعلق مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن ص ۱۲۸ ج ۳ میں رقم طراز ہے۔

”اس (وسیلہ) میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء وصالحین کی صحبت ومحبت بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہے اور اسی لئے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ایک روایت میں رسول کریمؐ نے خود ایک نابینا صحابی کو اس طرح دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ”اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ“

اسطرح ردمختار ص ۲۸ ج ۵ میں ہے۔ ”وقد عد من آداب الدعاء التوسل علی

مافی الحصن و بعد اسطر لم ینکرہ احد من السلف و الخلف الا ابن تیمیه فابتدع مالم یقله عالم قبله."

"عندنا و عند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء و الصالحین من الاولیاء و الشهداء و الصدیقین فی حیوٰتهم و بعد وفاتهم کماصرح به شیخنا و مولانا الشاہ محمد اسحٰق الدهلویؒ ثم بینه فی فتاواہ شیخنا و مولانا رشید احمد الجنجوهی."

(المہند علی المفند سوال نمبر ۴ کے جواب میں)

"اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ اپنے نیک بندوں کے طفیل ہماری دعا قبول فرمالے اور ہماری حاجتیں پوری کردیں درست ہے۔" (فتاویٰ محمودیہ ص ۸۸ ج ۱۶)

" فیتوسل الیه بصاحبیهؓ و یتوسل بالجمیع الی الله"

(مراقی الفلاح ص ۳۰۱ و حاشیه الطحاوی)

و ذکر فی مراقی الفلاح ص ۳۸۸ بمعه نور الایضاح . و نسال الله سبحانه متوسلین الیه بالنبی المصطفی ذکر بعض العارفین ان الادب فی التوسل ان یتوسل بالصاحبین الی الرسول الاکرم و بهٖ الی حضرة الحق جل جلاله فان مراعاة الواسطة علیها مدار قضاء الحاجاة ۱۲

اس موضوع پر حوالہ جات بہت زیادہ ہیں لیکن اختصاراً اس پر اکتفا کی گئی اب ہم ان اکابرین کا مان لیں یا قطر والے خان بادشاہ کا؟ جس کی کیسٹ میں نے خود سنی کہ اس نے اس وسیلہ کو بدعت و شرک قرار دیا ہے۔ اسطرح اس نے اپنی کتاب تین مسائل۔ ص ۶۹ میت دعا بالذوات الفاضلہ کا نفی کیا ہے اور حدیث من صلی عند قبری الخ کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس طرح **حیلہ اسقاط** شامی، عالمگیری، بحر، مجموعۃ الفتاوی، خلاصۃ الفتاوی

،کفایۃ المفتی وغیرہ فقہ حنفی کی کتابوں میں صراحتاً موجود ہے البتہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت موکدہ ہے۔ بلکہ غایۃ مافی الباب کفایۃ المفتی نے یہ لکھا کہ بعض علماء اس کو مستحب کہتے ہیں۔ اب جو حیلہ اسقاط کو نہ مانے بلکہ ماننے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں وہ کس طرح حنفی ہو گئے؟ البتہ جو اس میں غلو کرتے ہیں شرائط کا لحاظ نہیں کرتے ان کو ہم بھی غلط کہتے ہیں لیکن اس سے مطلق حیلہ کو بدعت (سیئہ) کہنا فقہ حنفی کی بہت ساری کتابوں سے انکار ہے۔

اس طرح **دعا بعداز سنت** بغیر ایجاب کے باتفاق جائز ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب مرحوم نے ''عرف شذی'' میں قول کیا ہے: '' والیعلم ان الدعاء المعمول فی زماننا من الدعاء بعد الفریضۃ رافعین ایدیھم علی الھیئۃ الکذائیۃ لم تکن مواظبۃ علیھم فی عھدہ علیہ السلام الی وثبت الدعاء مجتمعا مع رفع الیدین بعد نافلۃ فی واقعین احدھما ما فی بیت ام سلیم حین صلی النبی ﷺ سبحۃ ودعا لانسؓ .''وقال فی ص ۱۸۶ ج ۱ ''وثبت بعد النافلۃ من الاستسقآء وواقعۃ فی بیت ام سلیمؓ۔''

اس طرح حکایات صحابہ کے ساتویں باب کے ابتداء میں ہے: ''حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعد ! آؤمل کر دعا کریں ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے دوسرا امین کہے کہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔'' یہی مضمون ایک حدیث مرفوع میں بھی موجود ہے جو حاکم میں بسند موجود ہے استاد محترم شیخ الحدیث مفتی محمد فرید صاحب کے رسالہ' **الدعاء**' میں بھی مذکور ہے۔ دلیل صرف حضورؐ کا فعل نہیں بلکہ ان کا قول، فعل اور تقریر، اسطرح صحابیؓ کا قول، فعل اور تقریر سب دلائل شرع ہیں نیز تبلیغی اجتماع میں اہتمام کے ساتھ آخر میں دعا ہوتی ہے کسی نے اس کو بدعت (سیئہ) نہیں

کہا ہے۔

دوام، التزام اورایجاب مالم یجب میں فرق

حقیقت یہ ہے کہ دوام ، التزام اور ایجاب مالم یجب میں فرق ہے، اول مستحب دوسرا بدعت (سیہ) ہے جوکہ مذموم ہے۔ دوام کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک مندوب عمل مثلاً اشراق کے نوافل یا تین انگلیوں سے کھانے کا عمل ہمیشہ کرتا ہے لیکن نہ کرنے کو گناہ نہیں سمجھتے اور ایجاب مالم یجب یہ ہے کہ نہ کرنے کو گناہ سمجھتا ہے۔کوکب الدری ص ۳۲۲ ج ۲ میں ہے: "وبذالک یظھر الفرق بین التزام المندوب من الطاعات وھو حسن وبین ایجاب مالم یجب وھو حرام وبدعة فعلیک بالتأمل الصادق۔"

اب آپ صاحبان خود فیصلہ کریں کہ بغیر ایجاب کے محض دوام کے ساتھ مجوزین پرطعن وتشنیع دیوبندیت کے منافی ہے یانہیں؟ یا یہ کوئی دین کی خدمت ہے یا علمائے کرام میں اختلاف پیدا کرنا ہے؟

مولاناغلام اللہ خان کا پنج پیریوں کیطرف اشارہ

کیا خوب کہا ہے استاذ محترم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم نے: "سرحد کے بعض علماء ختم قرآن کے آٹھ آنے کو حرام کہتے ہیں لیکن حکومت جو کوشش کرتا ہے کہ آدمی کوئی لقمہ نہ اُٹھائے مگراس میں سود ہواس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔"

پنج پیری حضرات علماء دیوبند کے ساتھ ان جائز مسئلوں پر اختلاف کرتے ہیں اور اغیار کے ساتھ صریح حرام کی ارتکاب پر بھی اختلاف نہیں کرتے بلکہ علماء کرام کے مقابلے میں صوم و صلوٰۃ کے غیر پابند، سودخوار اور بے ریش شرابیوں کا تعاون کرتے ہیں۔ یہ ہے ان کی قرآن و حدیث کی خدمات اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اس عمل سے پناہ دے امین ثم امین۔ اور ہم سب کو

راہ راست پر قائم رکھنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

سماع الموتی وغیرہ کے متعلق اکابرین دیوبند کی چند اقوال

ضروری انتباہ: سماع الموتی وغیرہ کے متعلق اکابرین دیوبند کی چند اقوال نقل کیا جاتا ہے تاکہ طلباء کرام اسمیں افراتفری سے بچ جائیں اور ابتداء ہی سے صحیح راستے پر گامزن ہوجائیں۔

الشیخ المحترم مولانا سلیم اللہ خان صاحب (ص ۱۳۴ کتاب المغازی) میں رقمطراز ہے۔

''اس اجتہادی مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے لہذا جولوگ سماع موتی کے قائل نہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جولوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''حضرات انبیاء علیہم السلام کا سماع بالاتفاق مسلم ہے البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔'' (کشف الباری ص ۱۲۳ کتاب المغازی)

(فائدہ)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع (جوکہ بالاتفاق مسلم ہے) سے منکر اہل السنت والجماعت سے خارج ہے کیونکہ اجماعی حکم سے منکر ہے۔

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''دونوں طرف (سماع الموتی وعدم السماع) اکابر اور دلائل ہیں۔ ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کرسکتا ہے اور ضروریات علمی وعملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی

جاوے۔" (امداد الفتاویٰ)

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

"فائدہ: ان (بخاری جلد ثانی کے ص ۵۶۶ کی) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ میت بھی سنتا ہے، جمہور صحابہؓ وتابعین کا یہی مسلک ہے اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ سماع موتی کی منکر نہیں تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے اور مدارج النبوۃ کی بھی مراجعت کریں۔" (سیرۃ المصطفیٰ ص ۱۰۴ ج ۲)

حضرت عائشہؓ کی عدم سماع موتیٰ سے رجوع

بقول حافظ ابن حجرؒ خود حضرت عائشہؓ انکار سماع موتی سے رجوع کر کے جمہور حضرات صحابہؓ کرامؓ کی ہمنوا ہو گئیں اور حضرت عائشہؓ کے رجوع کی وہ صحیح روایت بھی تائید کرتی ہے جو حضرت ابن ابی ملیکہؒ سے یوں مروی ہے کہ:

قال توفی عبد الرحمان بن ابی بکرؓ بالحُبشِیّ قال فحمل الی مکة فدفن فیھا فلما قدمت عائشةؓ اتت قبر عبد الرحمان بن ابی بکرؓ فقالت الی قولہ ؛ قالت "واللہ لو حضرتک مادفنت الا حیث مت ولو شھدتک ما زرتک

(ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵ ورواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح [مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰]

(یعنی عبدالرحمان بن ابی بکرؓ (مکہ مکرمہ کے قریب) حبشی کے مقام پر وفات پا گئے اور ان کو اٹھا کر مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں انکو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہؓ (حج کے موقع پر) آئیں تو عبد الرحمان بن ابی بکرؓ پر بھی آئیں تو کہا (مرثیہ کے دو شعر پڑھے جو ان کتابوں میں مذکور ہے) پھر فرمایا "بخدا! اگر میں تیری وفات کے وقت ہوتی تو تو وہاں ہی دفن کیا جاتا جہاں

تیری وفات ہوئی تھی اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری قبر کی زیارت کیلئے میں نہ آتی۔"

ظاہر بات ہے کہ اگر یہ محض تحسر اور افسوس کے طور پر خیالی رنگ میں عبدالرحمانؓ سے خطاب ہوتا تو حضرت عائشہؓ عبدالرحمان کو انکی قبر پر حاضر ہو کر یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی، وہ مدینہ طیبہ میں یا دور ہی سے ایسا کہہ دیتیں۔ یہ خطاب ان کے رجوع کا واضح قرینہ ہے۔(بحوالہ سماع الموتی ص ۲۹۴ لمولانا صفدر صاحب دامت برکاتہم)

قسطلانی (ص ۳۵۵ ج ۶) میں ہے:

فقد اخرج احمد باسناد حسن عليها فيه ما انتم باسمع لما اقول منهم فان كان محفوظ فلعلها رجعت عن الانكار لما ثبت عندها من رواية الصحابة لكونها لم تشهد القصة و قد قال السهيلى اذا جاز ان يكونوا فى هذه الحالة عالمين جاز ان يكونوا سامعين ." الخ،

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا:

"اسلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔" (کتاب الروح ص ۳۹)

"يدل عليه ماروى ابن كثير اذا مر احدكم بقبر رجل يعرفه يرد الله عليه روحه فدل على رد الروح عليه فلا يسمع فى كل وقت. واعلم ان التفتازانى نقل الاجماع على علم الاموات والى الخلاف فى سماعهم و كذا نقل لاخلاف فى نفى سائر الصفات غير السماع فالاياب والذهاب ونحوهما منفى عنهم رأسا نقل ابن حجر فى فتاوه ان الاموات يتحركون من مكان الى مكان

ایضا وانکر الاتفاق فیه قلت کلام التفتازانی فی حق الاجساد دون الارواح واثبات ابن الحجرؒ فی حق الارواح فصح الامران۔"

(فیض الباری ص۹۱ ج۴)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ص۱۴۳ ج نمبر۱) میں فرماتے ہیں:

"اشارۃ الی انهم یعرفون الزائر و یدرکون کلامه و سلامه هکذا فی المرقاۃ شرح مشکوۃ."

تقریر ترمذی میں مولانا سرفراز صفدر نے مزید یہ بھی ذکر کیا ہے:

"کہ زائر کو چاہئے کہ زیارت کو قبلہ کی طرف سے آیا کرے تا کہ مرحوم کو سر موڑنے کی ضرورت نہ پڑے اگر زائر دوسرے جانب سے آتا ہے تو پھر مرحوم کو اسکی طرف سر موڑنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔"

اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبر بمعنی گڑھے میں سب کچھ ہے جب کہ میت کی جسم خاکی اس گڑھے میں ہو کیونکہ اس گڑھے والے کو اکابرین نے زائر کی معرفت اور اس کے کلام وسلام کی تدارک کو ثابت کیا ہے اور اسی گڑھے میں جسد خاکی ہی ہے تو معرفت اور ادارک وغیرہ سب اس خاکی جسم کو ثابت ہوئی لہذا ثواب وعقاب بھی اس خاکی جسم کو حاصل ہوگا۔

پنجپیری دیوبندی نہیں بلکہ ابن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار ہیں

پنجپیریوں کے مبہوت (حیرت زدہ) ہونے کا ایک عجیب علمی لطیفہ

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم امابعدؔ میں حنیف اللہ معلم مدرسہ ربیع الاسلام ٹکی کلاں بنوں پیش امام مسجد طور ٹکی یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا سنی حنفی

دیوبندی مسلک جس طرح بریلویت سے پاک ہے اسی طرح وہابیت، پنج پیریت سے بھی پاک ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

میں مسجد طور لکی میں ایک ایسا کیسٹ سن رہا تھا جس میں سنی حنفی دیوبندی المسلک علماء کی طرف سے محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور ملا پنج پیر پر علمائے دیوبند کی مستند حوالوں سے مدلل تردید کی گئی تھی اسی اثناء میں مولوی عنایت الرحمٰن (پنج پیری المسلک) مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ کیسٹ کچھ دیر کیلئے بند کرو میں نے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ اس میں تو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ ملا پنج پیر پر بھی تردید کیا گیا ہے، محمد ابن عبدالوہاب نجدی کو تو میں بھی گمراہ کہتا ہوں اس کو تو آگ میں جلادو لیکن ملا پنج پیر پر تردید کرنا مجھے زور دیتا ہے اور مجھے برا لگتا ہے کیونکہ وہ میرے اساتذہ کے سلسلے میں ہیں اس وقت ہمارے درمیان اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے مناظرہ کے متعلق کچھ گفت وشنید ہوئی لیکن اس بات نے کسی خاص نکتہ پر قرار نہ پکڑی اگلی رات کو میں نے عنایت الرحمٰن کو مسجد میں قوم کے سامنے بلایا اور اس کو کہا کہ کل رات قوم کے سامنے آپ نے خود اقرار کیا ہے کہ میں بھی ابن عبدالوہاب نجدی کو گمراہ کہتا ہوں اسے آگ میں جلادو مطلب یہ ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے مدح وتعریف کرنے والے غلط لوگ ہیں۔ مناظرہ کی اولین شرط یہ ہے کہ تو اپنے اس اقرار پر قوم کے سامنے دستخط کرو عنایت الرحمٰن نے مسجد میں قوم کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھ کر کہا کہ میں نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کو گمراہ نہیں کہا ہے اور سفید جھوٹ بول کر اپنے کئے ہوئے اقرار سے انکاری ہو گیا قوم والوں نے عنایت الرحمٰن سے کہا کہ تم نے بالکل جھوٹ بولا ہے ہم سب سے قرآن مجید پر اس بات کی صفائی پوری ہے کہ تم نے ابن عبدالوہاب نجدی کو ہمارے سامنے اس مسجد میں گمراہ کہا ہے اس نے کہا نہیں، میں نے ایسا نہیں کہا چنانچہ میں (متعلم حنیف اللہ) نے اس سے کہا کہ اتنا بڑا جھوٹ

مسجد میں قوم کے سامنے عالم کے شان کے ساتھ تو مناسب نہیں لیکن خیر ہے جب تم ابن عبدالوہاب نجدی کے گمراہ ہونے پر دستخط نہیں کرتے تو اس کے صحیح العقیدہ اور اچھا ہونے پر تو دستخط کرو اس نے کہا کہ میں یہ دستخط بھی نہیں کرتا ہوں اور اس وقت قوم والوں نے اس کو کہا کہ ہم کو روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ حنیف اللہ استاد برحق ہے اور تو غلط و برناحق ہے ہمارے مسجد کے مولوی حنیف اللہ جیت گیا اور تو ہار گیا اس کے چند راتوں بعد قوم والوں نے مزید توضیح کیلئے پھر یہ بات دہرائی کہ تم یہ بات صاف کرو، یا ہمیں یہ دستخط دیدو کہ ابن عبدالوہاب کو گمراہ کہتا ہوں اور یا یہ دستخط دیدو کہ محمد ابن عبدالوہاب صحیح العقیدہ اور اچھا ہے اس نے قوم والوں سے دو دن کی مہلت لے لی جب رات گزر گئی اگلے دن اس نے اپنے ہمنوا اور سرکردہ افراد کا دورہ کیا چنانچہ اس دورہ کے بعد طورلکی میں اس کے ہاں بنوں کے چیدہ چیدہ پنج پیری المسلک، مودودی المسلک اور بعض تبلیغی حضرات بھی اس بات کیلئے جمع ہو گئے کہ ہم ابن عبدالوہاب نجدی کو گمراہ اور فاسد العقیدہ لکھیں یا اس کو صحیح اور اچھا لکھیں ان تین گروپوں کا کثیر التعداد جماعت کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکی اور ناکامی کی حالت میں یہ مجمع برخاست ہوا۔ اور وہ دونوں شقوں میں سے کسی ایک شق پر بھی دستخط کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ اگلی رات 9 بجے کو جب عنایت الرحمن کا وقت پورا ہوا تو قوم والے مولوی عنایت الرحمن پنج پیری المسلک کے ہاں دستخط لینے کیلئے پھر آ گئے اور اس کو کہا کہ آپ کا وقت ختم ہو گیا مذکورہ شقوں میں سے ایک شق پر دستخط ہمیں مطلوب ہے اس نے قوم والوں کی بہت منت سماجت کی اور یہ کہا کہ اس گاؤں اور قوم میں میرا کوئی بھی پشت پناہ نہیں ہے لہذا مجھے کل آٹھ بجے تک اور مہلت دیجئے تا کہ میں گاؤں سے باہر اپنا حمایتی گروپ بلا کر ان کے سامنے دستخط کروں قوم والوں نے کہا کہ آپ کا حمایتی گروپ ہمارے آنے سے پہلے تمھارے ہاں جمع ہو گیا تھا موقع تو تجھے حاصل ہوا تھا اگر تو ان کے سامنے دستخط کرتا تو ان کے سامنے ہی کیا

ہونا آپ کا ٹائم پورا ہو گیا ہے اس کے بعد تمہارا مہلت مانگنا فتنہ اور بدامنی بنانے کیلئے ہے ہم گاؤں میں بدامنی اور فتنہ نہیں بناتے ہیں اور باتیں ختم ہوئیں۔ دونوں شقوں میں سے ایک کسی شق پر دستخط کرو ورنہ تم شکست خوردہ ہو گئے، مولوی عنایت الرحمن نے کہا کہ میں دونوں شقوں میں سے ایک پر بھی دستخط نہیں کرتا اس وقت قوم والوں نے اس کو کہا کہ تو بلا شک وشبہ شکست خوردہ ہو گیا اس مناظرہ میں مندرجہ ذیل افراد گواہان ہیں جن کے دستخط یا نشان انگوٹھا ثبت ہیں۔ فقط (مورخہ ۲۰ر اپریل ۱۹۹۹ء)

گواہان کے دستخط:

۱۔ متالی خان ۲۔ ملک دلنواز خان ۳۔ محمد عثمان ۴۔ افسر علی خان ۵۔ میر یعقوب خان ۶۔ حاجی قدر داد خان ۷۔ میر عبد اللہ شاہ ۸۔ شیر محمد خان ۹۔ سلپ خان ۱۰۔ شیراز خان ۱۱۔ افسر زمان ۱۲۔ سید عالم خان ۱۳۔ نقیب اللہ خان ، وغیرہ

ایک ضروری وضاحت
منجانب
حرکۃ الانصار جمعیت علمائے سرحد

الحمد للہ کہ مورخہ 11،10،9 ر اپریل کو دار العلوم دیو بند کانفرنس عظیم کامیابی سے منعقد ہوئی قائد جمعیت علمائے اسلام اور اس کے تمام کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں ایک نام نہاد دیو بندی ملا محمد طیب پنج پیری نے اس کانفرنس کی ناکام کرنے کی خفیہ کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے برے عزائم کو خاک میں ملا دئے حقیقت میں اس نے بغض باطنی کا اظہار کیا اور مخالفت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جمعیۃ علمائے اسلام سرحد کے اہتمام سے ایک کتاب ”اغراض ومقاصد“ کے نام سے طبع ہو چکی تھی اس میں دعوت کے موضوع پر لکھا تھا کہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم عقیدہ توحید بیان کرنے سے پہلے مد مقابل لوگوں کیلئے بدعتی، مشرک اور قبر پرست جیسے الفاظ کہنا شروع

کردیتے ہیں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ لوگوں کے آپس میں
محبت کے بجائے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔لہذا توحید کا سبق پڑھاتے وقت ہمیں اپنے اساتذہ کا
طرز اختیار کرنا چاہئے۔الخ ،توحید کا سبق اشاعت التوحید والوں نے بھی پڑھایا ہے تاریخ گواہ
ہے کہ یہ حضرات جہاں بھی اس مقدس عنوان کے تحت سبق دینے گئے ہیں وہاں دنگا فساد اور تباہی
پھیلائی ہے اسی بناء پر ہم اس مسئلہ میں ہر کس وناکس کی اتباع کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں
ہم نے اپنے اساتذہ سے توحید وسنت کا جو سبق جس انداز سے سیکھا ہے جس انداز سے پڑھانے
اسی انداز سے سیکھائیں گے اور پڑھائیں گے۔ درحقیقت دارالعلوم دیوبند توحید وسنت ہی کی
بنیاد پر قائم ہے۔(صفحہ ۱۰صفحہ ۱۱اغراض ومقاصد خدمات دارالعلوم دیوبند)

حاصل یہ کہ جمعیت علمائے اسلام سرحد نے جو لکھا ہے وہی حق ہے اور پنج پیری جو لکھتے ہیں
کہ ''دیوبند کی تصویر پنج پیری پنج پیر'' یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ ''دیوبند کی غلط تصویر پنج پیری پنج
پیر'' مولانا محمد طاہر نے اگرچہ دیوبند کے بعض افراد سے کتابیں پڑھی ہیں اور ان کے درس میں
بیٹھا ہے لیکن ان کا طرز روش وہابی ہے دیوبندی نہیں بلکہ حقیقت میں ابن عبدالوہاب نجدی کے
نقش قدم پر رواں دواں ہے۔

حالانکہ اکابر علمائے دیوبند ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق یہ نظریہ وعقیدہ رکھتے تھے۔
سنئے دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں اظہار
خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اما محمد بن عبد الوهاب النجدى فانه كان رجلا بليدا قليل العلم فكان
يتسارع الى الحكم بالكفر.'' (صفحہ ۱۷۰صفحہ ۱۷۱فیض الباری شرح صحیح البخاری) یعنی
محمد بن عبدالوہاب نجدی نہایت بے وقوف اور کم علم شخص تھا اور وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں

بہت تیز تھا۔

- حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی دیوبندی فرماتے ہیں:

"صاحبو! محمد بن عبدالوھاب نجدی کی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اسلئے اہل السنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا الخ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا الخ"

(الشہاب الثاقب صفحہ ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

- پھر ان کے وہابیہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۱۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔" (الشہاب الثاقب ص ۲۲۲)

"۲۔ نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعدازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد از وفات ان کو حیات ہے تو وہی برزخ ہے جو احادِ امت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی ﷺ کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سنا جاتا ہے۔" الخ

(صفحہ ۲۲۴ الشہاب الثاقب)

- حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندی فرماتے ہیں۔

"وہابی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو شیخ عبدالوہاب نجدی کی پیرو اور معتقد ہے نجد کی ایک جماعت ان کے ساتھ منسوب ہے علمائے دیوبند کو نہ ان سے تلمذ (شاگردی) کا رشتہ حاصل ہے نہ عقیدت کا بلکہ بہت سے مسائل میں ان کے خلاف ہیں۔"

(صفحہ ۱۲/۱۳۹، امداد المفتیین کتاب الایمان والعقائد)

- اور المہند علی المفند جو کہ اکابر دیوبند کی ایک متفقہ علمی اعتقادی اور مسلکی دستاویز ہے اس میں بارہویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک ان (ابن عبدالوہاب) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ ان کا حکم باغیوں کا ہے الخ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بناء پر انھوں نے اہل السنّت اور علماء اہل السنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکی شوکت توڑ دی اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اسکا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں۔" الخ (المہند علی المفند صفحہ ۴۶ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

یہی وجہ ہے کہ پنج پیری حضرات موجودہ علماء اور اکابر دیوبند کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے حق میں کہتے ہیں کہ "بداخلاق تھے" اور شیخ الحدیث سرفراز خان صاحب کے حق میں کہتے ہیں کہ "مشرک و مبتدع ہے" اور شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ مفتی محمد فرید صاحب کے حق میں کہتے ہیں کہ "مبتدع و بریلوی و جاہل و محرف معنوی و مفتری ہے" اور قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کے حق میں کہتے ہیں کہ "فضل الرحمٰن نسوانی" جزاھم اللہ بالسوء وقد فعل. یہی وجہ تھی کہ مولانا سندھیؒ مولانا محمد طاہر کو کہتے کہ تم شریر ہو اور تفصیل کیلئے دوسری جگہ ہے۔ (اشتہار: حرکۃ الانصار جمیعت علمائے مرحد)

حرکۃ الانصار کے اس "ضروری وضاحت" کا مقصد یہ ہے کہ:

پنجپیری حضرات دیوبندی نہیں۔

اصلاحی بیان: چونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے۔ الدین النصیحۃ بہ حوالہ مسلم شریف ص ۵۴ ج ۱۔ دین بس خیر خواہی ہے۔ اس لئے بندہ مناسب سمجھتا ہے کہ پنج پیریوں کی طرح ایک اور گروہ ہے جو بھی بظاہر اپنے آپکو دیوبندی کہتے ہیں لیکن عملی میدان میں ان پنج پیریوں کیساتھ ہیں۔ بندہ انکی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ پنج پیری اس حدیث سے منکر ہیں جو حضرت شیخ مولینا محمد زکریاؒ نے اپنی کتاب فضائل درود میں ذکر کی ہے چنانچہ فضائل درود میں نمبر ۸ حدیث ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صل علی نائیا اُبلغتُہ، رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذافی المشکوۃ بسط السخاوی فی تخریجہ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے۔ کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضور ﷺ تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ اس کو خود سنتے ہیں...... اس روایت میں کوئی اشکال نہیں اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں علامہ سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپؐ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے اس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم: فضائل درود کے آخر میں وسیلہ بالذوات الفاضلۃ پر عمل کر کے دعا کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف وکرم سے اپنے پاک رسولؐ کے طفیل سے لغزشیں اس میں ہوئی ہوں ان کو معاف فرمائے اور یہی دونوں مسلکے علماء دیوبند اور اہل سنت والجماعت۔ کے متفقہ مسلکے ہیں حالانکہ پنج پیری حضرات ان دونوں مسلکوں کو نہیں مانتے چنانچہ اشاعت التوحید یعنی پنج پیریوں کے مصنف خان بادشاہ اپنی کتاب تین مسائل

کے ص ۶۹ اور ص ۷۰ پر لکھتا ہے۔ و قد انکر الائمۃُ ایضاً التوسل بذات النبیؐ او بجاھہٖ و ھو مذھب الامام ابی حنیفۃ فقد جاء فی الدر المختار ما نصہ' لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ و الدعاء المأذون فیہ المامور بہ ما استفید من قولہ و للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔ حالانکہ آپ نے گذشتہ صفحات میں فقہ حنفی خصوصاً درمختار کی تصریح دیکھ لی کہ دعا بالذوات الفاضلہ سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے سو خان بادشاہ کا یہ قول ایک طرف صریح جھوٹ ہے دوسری طرف ائمۃ فقہ اور احناف پر تہمت لگانا ہے یہ جرأت اُنکا خاصہ ہے دوسرا شخص اتنی عظیم جرأت نہیں کرسکتا تیسرا نقصان اس میں یہ ہے کہ آیت سے غلط استدلال کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک ناموں سے پکارا کرو جن کا ذکر شرع شریف میں موجود ہے ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو مت پکارو جو تم نے اپنی طرف سے گڑ لیے ہیں۔ اس میں وسیلہ بالذوات الفاضلہ کی نفی کہاں ہیں اگر اس آیت میں یا کسی دوسری آیت یا حدیث میں وسیلہ بالذوات الفاضلہ کی نفی ہوتی تو معاذ اللہ آئمہ احناف اور علماء دیوبند اتنے جاہل ہیں کہ قرآن پاک اور حدیث نبویؐ کے خلاف پر اتفاق کرتے ہیں ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ آپ نے معارف القرآن اور ردالمحتار کے حوالہ جات سے سیکھ لیا کہ قرآن پاک اور حدیث سے دعا بالذوات الفاضلہ کا جواز ثابت ہے اس لئے بندہ اس خاص گروہ کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتا ہے کہ یا تو فضائل اعمال: کو چھوڑ کر صاف اشاعت والے یعنی پنج پیری بن جاؤ اور یا اعمال پر عمل کر کے اس کے مخالف کو خاطی سمجھ کر اس کا ساتھ مت دو۔ کیا خوب کہا ہے ایک بندہ خدا نے۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اس طرح خان بادشاہ نے اسی کتاب کے ص ۷۰ پر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے۔وما ذکر من حدیث من صلی علی عند قبری الخ فھو حدیث موضوع ۔حالانکہ سابقہ صفحات میں متعدد آئمہؒ نے اس سے استدلال کیا ہے اور شیخ الحدیث نے بھی متعدد حوالہ جات سے اس کا اثبات کیا اب آپ حضرات یا تو جمہور علماء اور شیخ الحدیث صاحب کا اتباع کرینگے۔یا نجد یوں کا اتباع کرینگے بر تقدیر ثانی: فضائل اعمال اور اپنے آپکو دیو بندی کہنے پر عوام الناس کو دھوکہ مت دو۔

وسیلہ بالذوات الفاضلہ کے متعلق مولینا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد مبارک:

مولینا صاحب کی شخصیت اور علمیت الحمد للہ علمی حلقوں میں کسی سے مخفی نہیں وہ اپنے وقت کے مجدد تھے۔مفسر تھے محدث تھے فقیہ اور مفتی تھے قاری تھے مبلغ تھے جید عالم دین تھے مرشد کامل تھے مصنف تھے۔اس لئے علماء وقت نے اس کو حکیم الامت کے لقب سے نوازا تھا۔مشہور ہے کہ زمانہ قریب میں سب سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے موصوف کی شخصیت سوائے بریلوی حضرات کے سب کے نزدیک مسلم تھی اس لئے علماء وقت نے ان کو اپنے وقت کا مجدد قرار دیا تھا۔مولینا صاحب مرحوم اپنی کتاب: نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں وسیلہ کے متعلق فہرست میں مستقل عنوان قائم کرتا ہے۔اور اس کتاب کے ابتداء میں آدم علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے۔اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد ﷺ کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردی جائے۔بطور عنوان ذکر کرتا ہے۔دعا میں آپ ﷺ کا توسل حاصل کرنا۔اس کے تحت لکھتا ہے: گو جس طرح درود شریف قربتِ مقصودہ ہے یہ توسل قربتِ مقصودہ نہیں۔مگر صرف ایک خاصیت میں درود شریف کا ہم اثر ہے کہ دونوں سبب ہیں دعا کے اقرب الی الاجابۃ ہونے کے: اس کے بعد تھانویؒ نے اس کے اثبات کیلئے ابن ماجہ کی حدیث بروایت عثمان بن حنیف نقل کی ہے اور اس پر تفریع کے طور پر فرماتا ہے اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا......پھر فرماتا ہے۔

(۲) اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے......(۳) اس سے توسل بعد الوفات

بھی ثابت ہوا......(۴) اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا......(۵) اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا۔ ......غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر (یعنی توسل سے انکار) منقول نہیں پس حجت ہو گیا: حضرت نے اس مقام پر پانچ قسم کا توسل ثابت کیا۔ بندہ کہتا ہے کہ بقول حکیم الامت وسیلہ بالذوات الفاضلۃ سے خیر القرون میں کسی نے انکار نہیں کیا ہے لیکن آج ۱۴سو سال بعد خان بادشاہ پنج پیری اس کا انکار کرتا ہے بلکہ اس کے جواز کو بدعت اور کبیرہ گناہ کہتا ہے اس سے اُن کا علمی مقام اور سلف صالحین کی عدم اتباع کا پتہ لگتا ہے۔

حیوٰۃ النبیؐ کے متعلق حضرت تھانوی رحؒ کا تحقیق:

اسی کتاب کے ص ۷۴ پر معراج کے واقعہ میں لکھتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر اُن (انبیاءؑ) کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا الخ اس عبارت میں تھانویؒ نے جسم مثالی اور جسد عنصری دونوں ثابت کئے لیکن یہ واضح کیا کہ قبر میں جسد عنصری ہے جو اصلی ہے اور جگہوں میں جسم مثالی ہے: جس کا ہم بھی اقرار کرتے ہیں۔



حامداً و مصلیاً (ضروری گذارش)

محترم طلباء کرام کی خدمت عالیہ میں ایک ضروری گذارش ہے۔ وہ یہ کہ بندہ نے آپ صاحبان کی خاطر ایک اہم فتوی ''پنج پیری حضرات دیوبندی نہیں'' کو کتاب کی شکل دیدیا تاکہ طلباء کرام ابتدائی دوور سے اپنے اکابرین کے مسلک پر چل پڑے لیکن ہر فرد کا اپنا کام ہوتا ہے۔ خان بادشاہ پنج پیری جو ابتداء سے قطر میں ایک مسجد کا امام ہے جسے طلباء کے اصطلاح میں اخوند کہا جاتا ہے۔ نے اپنی دھوکہ باز طبیعت کے بناء پر آپ صاحبان کو اپنے اکابرین کی اتباع سے محروم کرنے کے لئے بندہ کے اس کتاب پر بنام ''تنقید جوہری علی خرافات سردار جی'' رد کیا جس میں اس نے دروغ گوئی، اکابرین کی عبارات میں قطع و برید اور اُن پر بہتان تراشی اور تحریف سے کام لیا۔ بندہ کو بعض شیوخ اور دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس کے دروغ گوئی وغیرہ کے جواب کی حاجت نہیں کیونکہ اس کے کتاب پر کسی بڑے عالم کا تصدیق و تائید نہیں اور سارا بکواس ہے۔ اور آپ کے کتاب پر الحمدللہ بڑے بڑے دیوبندی شیوخ کی تقریظات اور تائیدات موجود ہیں۔ لیکن بعض طلباء کرام کے اصرار پر بندہ نے الحمدللہ اس کا مدلل جواب نام عادلانہ دفاع لکھ دیا۔ جو کہ الحمدللہ اس کے جواب کے ساتھ ساتھ بہت اہم دینی معلومات پر مشتمل ہے۔

خصوصیات:۔ اس کا اہم جزیہ ہے کہ خان بادشاہ نے اس وقت کے سرخیل شیوخ الحدیث علماء دیوبند پر جو بہتان تراشی کی ہے اس کا مکمل مدلل دفاع کیا ہے اس لئے سارے کتاب کا نام ﴿عادلانہ دفاع﴾ رکھا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ خان بادشاہ مماتی ٹولہ کے صوبائی صدر اور مصنف نے تنقید جوہری میں جو خیانت کی ہے۔ اس کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً: تنقید کے صفحہ ۱۴ پر وہ لکھتا ہے: مفتی فرید لکھتا ہے کہ دعا بعد از سنت بہیئۃ اجتماعیہ مستحب ہے اور علماء دیوبند فرماتے ہیں

کہ دعا بعد از سنت بہیئۃ اجتماعیہ بدعت ہے، ملاحظہ کریں۔ کفایت المفتی (۱/۳۷۹ اور ۱/۲۸۸)
اور فتاویٰ دار العلوم دیو بند (۵/۱۷۷) اختلاف امت اور صراط مستقیم (۱۱۳)۔
ذرا سا آپ حضرات تحقیق علمی کی خاطر سوء ظن سے بچنے کی خاطر کفایت المفتی (۳/۲۷۳) کو دیکھنے کی تکلیف کریں تا کہ آپ پر خان بادشاہ کی خیانت بھی واضح ہو جائے۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ کفایت المفتی وغیرہ کے مخالف خان بادشاہ ہے۔ یا استاد الاساتذہ مولینا محمد فرید صاحب۔ کفایت المفتی اسی صفحہ پر لکھتا ہے۔

سوال:۔ سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی دعا کرنا ہر شخص کے لئے خواہ امام ہو یا مقتدی سنت ہے یا مستحب؟

جواب:۔ انفراداً دعا مانگنا امام و مقتدی ہر ایک کیلئے سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی جائز ہے اجتماعاً بھی بشرطیکہ التزام واعتقاد سنت نہ ہو، اور اجتماعی دعا کا افضل طریقہ یہ ہے کہ بعد الفرائض اور قبل از سنن ونوافل ہوں۔

اب آپ صاحبان بتائیں کہ کفایت المفتی کے اس عبارت سے خان بادشاہ کا مسلک (کہ دعا بعد السنن بہیئۃ اجتماعیہ بدعت ہے) ثابت ہوا یا جواز ثابت ہوا جبکہ التزام نہ ہ کفایت المفتی نے دعاء بہیئۃ اجتماعیہ سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی جائز کیا اور فرضوں کے بعد بھی صرف اتنا فرق کیا کہ جب فرضوں کے بعد سنت ہو اس میں سنتوں کے بعد مفضول کے درجے میں جائز قرار دیا اور فرضوں کے بعد افضل کے درجہ میں جائز کیا۔ حالانکہ خان بادشاہ نے مطلق دعا بعد از سنن بہیئۃ اجتماعیہ کو بدعت قرار دیا جس کی وجہ سے وہ کفایت المفتی کا مخالف ہوا۔

اور مفتی فرید صاحب تو کفایت المفتی کی طرح نفس دعا بہیئۃ اجتماعیۃ کو جائز اور التزام کو بدعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد فرید صاحب فتاویٰ فریدیہ میں (۲/۲۶۳) پر لکھتے ہیں کہ اس کی التزام بدعت ہے۔ لہٰذا ان حوالہ جات کے دیکھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کفایت المفتی کا مخالف

خان بادشاہ ہے مفتی محمد فرید صاحب نہیں۔ بندہ نے عادلانہ دفاع میں مزید یہ تشریح کیا ہے کہ خان بادشاہ اپنی تحریر کے بنیاد پر دیوبندی نہیں کیونکہ اس کی تحریر کا حاصل یہ تھا کہ سردار جی کفایت المفتی کے مخالف ہے۔ یہ صغریٰ ہے اور جو کفایت المفتی کے مخالف ہ وہ دیوبندی نہیں یہ کبریٰ ہے۔ نتیجہ نکلا سردار جی دیوبندی نہیں لیکن آپ حضرات نے جان لیا کہ کفایت المفتی کے مخالف خان بادشاہ ہے جس کا ثبوت اس کی اپنی عبارت سے ہوا نہ کہ مفتی فرید لہٰذا خان بادشاہ کے اپنے قیاس سے نتیجہ یہ نکلا کہ خان بادشاہ دیوبندی نہیں۔ مزید یہ کہ اس نے ایک جائز حکم کو بدعت کہا یہ کتنا بڑا عظیم جرم ہے۔ لیکن خان بادشاہ کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ گناہ کرنے پر جری ہے۔ دوسرا خیانت ''تنقید'' میں اس نے دلیل دوم کا کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا ہے دلیل سوم میں لکھتا ہے کہ مولینا سرفراز صفدر وغیرہ سماع الموتی کے قائل ہیں۔ حالانکہ علماء دیوبند اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سماع الموتی نہیں مانتے اس لئے مولینا سرفراز وغیرہ سب دیوبندیت سے نکل گئے۔ بندہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ہم تو علماء دیوبند کی طرح ایک کا تعین نہیں کرتے سماع الموتی کے قائل اور عدم قائل دونوں کو دیوبندی کہتے ہیں۔ جیسا کہ بندہ نے ''پنج پیری دیوبندی نہیں'' کہ صفحہ ۸۰ پر فائدہ کے عنوان سے لکھا ہے لیکن خان بادشاہ کو کہتے ہیں کہ سماع الموتی کے اولین قائل عبداللہ بن عمرؓ کی طرح جلیل القدر صحابی رسول ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں وہ بھی معاذاللہ آپ کے نزدیک یا تو بالکل مسلمان نہ ہوگا یا تو بدعتی ہوگا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک سماع الموتی کے قائل کم ازکم مبتدع تو ضروری ہے۔ مزید یہ کہ حافظ ابن حجرؒ بحوالہ سماع الموتی صف ۲۹۴ لمولانا سرفراز صفدر اور شیخ الحدیث والتفسیر مولینا محمد ادریسؒ دیوبندی کاندھلوی سیرۃ المصطفیٰ (۱۰۴/۲) اور قسطلانی شارح بخاری قسطلانی میں تصریح کرتے ہیں کہ ام المؤمنین نے عدم سماع سے رجوع کیا ہے۔ ان بزرگوں کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔

اس کا تیسرا خیانت: وہ تنقید کے صف ۹۰ میں ہم پر افتراء کر کے لکھتا ہے۔ جو سرداراجی اور اس کے ہم خیالوں کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف قبر یعنی اس گھڑے میں عذاب وثواب ہے۔ اس کے متعلق بندہ نے اس کو چیلنج دیا ہے کہ اگر آپ نے ایک جگہ بھی بندہ یا علماء اہل سنت والجماعت کی عبارت سے یہ تخصیص ثابت کیا تو بندہ آپ کو دس ہزار روپیہ انعام دیدیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرو کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔

اصل مسائل:۔ آخر میں بندہ طلباء کرام کو مطلع کرتا ہے کہ بندہ اور پنج پیری حضرات کا اصل مسائل یہ ہیں۔ حیاۃ النبی بالجسد العنصری فی القبر وسماع الصلوٰۃ عند القبر المبارک وعذاب القبر للروح والجسد والدعاء بالذوات الفاضلۃ۔ چاروں مسائل فقہ حنفی اور علماء دیو بند کے کتابوں میں صراحۃ موجود ہے مماتی ٹولہ پنج پیری ان سے منکر ہے ان کے علاوہ اور باتیں زیر بحث لانا خروج عن البحث ہے۔

بندہ نے اس کتاب میں دلائل کیساتھ انکا اثبات کیا ہے پنج پیری حضرات پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ان کو تسلیم کرے ورنہ پھر آپ حضرات آپس میں جنگ وجدال نہ کرے بلکہ اصلی ماخذ کو رجوع کرے اصلی ماخذ کی صریح عبارات کو فیصل بنادے استنباطات نہیں کیونکہ استنباط میں تو پھر اختلاف ہو سکتا ہے۔

بندہ وثوق کے ساتھ آپ کو تسلی دیتا ہے کہ اگر بندہ کا ایک حوالہ بالفاظہا صحیح نہ تھا تو میرا کتاب دیوار پر مارو لیکن اگر میرا حوالہ صحیح ہے تو پھر اس کو ٹھنڈے دل سے قبول کرو خان بادشاہ کی غلط حوالہ جات پر دھوکہ مت کھاؤ کہ کبھی غیر مقلد خطیب کا فتویٰ پیش کرتا ہے کبھی غلط حوالہ دیتا ہے کبھی صحیح حدیث کو منکر اور موضوع قرار دیتا ہے کیونکہ وہ اسکے مذہب کے مخالف ہو۔ یہ صرف زبانی بات نہیں بلکہ ثبوت کے ساتھ ہے۔

خان بادشاہ کا صحیح احادیث سے انکار اور غلط حوالے

مناظرہ ٹل: اس کی تصنیف ہے اس کے (ص ۵۵) پر اس نے اپنے مسائل کی اثبات کے لئے خطیب مکہ معظمہ کا فتویٰ پیش کیا ہے خطیب صاحب کا احترام اپنی جگہ پر لیکن وہ مذہب حنفی کا قائل نہیں تو پھر مذہب حنفی میں اس کا کیا مقام۔ خان بادشاہ صاف کہدے کہ ہم حنفی اور دیوبندی نہیں تو وہ بھی معاف ہے حالانکہ فتویٰ نویسی ماہرین علماء کرام کا کام ہے خطباء کا نہیں اور خطیب صاحب کو ہمارے دیوبندی اکابر کے مقابلے میں تو متعلم کی حیثیت بھی نہیں۔

خان بادشاہ مناظرہ ٹل (ص ۶۹) میں لکھتا ہے: "وقد انکر الأئمة ایضاً التوسل بذات النبی علیہ السلام او بجاهه وهو مذهب الامام ابو حنفیةؒ فقد جاء فی الدر المختار" یہ صریح بہتان ہے۔ احناف اس توسل کے قائل ہیں اور رد المختار وغیرہ سب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس کتاب میں حوالہ جات کے ساتھ تفصیل موجود ہے دیکھ لو۔ مناظرہ ٹل کے (ص ۵۳) پر لکھتا ہے:

واما سماع النبی علیہ السلام من یصلی علیه عند القبر فهو مبنی علیٰ الحدیث المضوع" الخ اور (۵۳/۱) پر لکھتا ہے:

واما الحدیث الذی فیه بانهم احیاء فی قبورهم یصلون وهو حدیث منکر.

حالانکہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ الاسلام شارح بخاری و مسلم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فتح الملہم (۳۳۰/۱) پر لکھتا ہے۔

واذا عیسیٰ بن مریم قائم یصلی...... واذا ابرهیم قائم یصلی......

واخرجه الشیخ فی کتاب الثواب بسندٍ جیدٍ من صلّی علیّ عند قبری سمعتهُ

ومن صلّٰی نائیاً بلغتهٗ..... وعند ابی داؤد والنسائی وصححهٗ ابن خزیمة وغیره قال ان اللہ حرم علیٰ الارض ان تأکل اجساد الانبیاء" الخ

اسی طرح مماتی ٹولہ مدفنِ ارضی میں جسد عنصری کے عذاب وثواب سے منکر ہے جو اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے اس کتاب میں متعدد دلائل اس پر قائم کیے ہیں مزید عرض یہ ہے کہ ہمارے احناف کا مایۂ ناز مفسر علامہ الوسیؒ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: موتُ الروح هو مفارقتها الجسد فان ارید بموتها هذا القدر فهی ذائقة الموت وان ارید انها تعدم وتَضْمَحِلُّ فهی لا تموت بل تبغیٰ مغارقة ما شاء اللہ تعالیٰ ثم تعود الیٰ الجسد وتبقیٰ معه فی نعیم او عذاب اَبد الابدین و دَهر الداهرین. بحوالہ کشف الباری (ص۳۹۱) کتاب التفسیر

یہ جسد جب مدفنِ ارضی میں ہے تو عذاب وہاں ہوگا روح المعانی مدفنِ ارضی میں جسد عنصری کے عذاب وثواب صحیح قرار دیتا ہے علماء دیوبند کا سرتاج علامہ عثمانیؒ ایک حدیث کو بحوالہ کتب صحیح قرار دیتا ہے لیکن بھائی خان بادشاہ اس کو منکر اور موضوع قرار دیتا ہے۔ پھر بھی وہ دیوبندی اور ہم جیسے علماء دیوبند کے تابعدار غیر دیوبندی خان بادشاہ اور اس کے ہم خیالوں کا اس ضد اور تعصب وعناد پر افسوس صد افسوس: مثالیں تو اور بھی بہت زیادہ ہیں لیکن العاقل تکفیه الاشارة اس پر اکتفاء کرتا ہوں تفصیل کے لئے عادلانہ دفاع کو رجوع کریں۔ ان جائکم فاسق بنبإ فتبینوا الآیة جو حضرات تعصب اور عناد کیوجہ سے بندہ کا تصنیف جو درحقیقت علماء اہل سنت والجماعت کی مسائل ہیں کو نہیں دیکھتے یا نہیں مانتے اس کو ہدایت کس طرح نصیب ہوگا۔

دُعا کے متعلق پنج پیر حضرات اور خان بادشاہ کی ایک عظیم غلطی

وہ یہ کہ وہ بہت زور وشور سے کہتے ہیں کہ دُعا بعد از سنت بہیئۃ اجتماعیہ بدعت ہے۔ جیسا کہ تنقید کے (ص ۴) پر ہے اس کے متعلق بندہ کہتا ہے کہ یا تو یہ لوگ قرآن وحدیث اور فقہ سے بے خبر ہیں اور یا قصداً علماء کرام کی توہین اور امت مسلمہ میں انتشار واختلاف پیدا کرنے کے لئے یہ جرم عظیم کرتا ہے کہ قرآن واحادیث اور اقوال سلف صالحین سے ثابت شدہ مستحب عمل کو بدعت کہتے ہیں لہذا مندرجہ ذیل سطور میں تینوں دلائل قُرآن، حدیث، اقوال سلف صالحین سے اس کا اثبات کرتے ہیں۔

قُرآن: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ انہ لایحب المعتدین﴾ الاعراف آیت: ۵۵ یعنی پکارو اپنی رب کو اپنی حاجات کے لئے گھڑ گھڑا کر اور چپکے چپکے اس کو خوشی نہیں آتی حد سے بڑھنے والے۔ وادعوہ خوفاً وطمعاً۔ ترجمہ: اور پکارو اس کو ڈر اور توقع سے۔

ایسی آیات قرآن مجید میں بے شمار ہیں اور سب مطلق ہیں۔ والمطلق یجری علیٰ اطلاقہ. اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے اور اس کے اطلاق کے اندر دعا انفراداً، اجتماعاً سب آ گئے۔ اس لئے اس آیت کی تشریح میں معارف القرآن (۳/۵۷۸) میں ہے کسی خاص موقع پر دُعا پوری جماعت سے کرانا مقصود ہو۔ ایسے موقعہ پر ایک آدمی کسی قدر آواز سے دعا کے الفاظ کہے اور دوسرے آمین کہیں۔ اس کا مضائقہ نہیں اور یہ جماعت نماز کے بعد جماعت کو بھی شامل ہے۔ اور خان بادشاہ دعا بعد از سنت بہیئۃ اجتماعیہ کو مطلق بدعت کہتا ہے۔ دوام ہو یا نہ ہو التزام ہو یا نہ ہو حالانکہ کسی جائز عمل پر دوام حدیث ترمذی کی روشنی میں مستحسن ہے بُرا نہیں۔

﴿احب العمل الی اللہ ما دیم علیه﴾ الحدیث

البتہ التزام مالیلتزم برا ہے۔

(۲) وروی القرطبی عن ابی العالیة ان موسیٰ علیه السلام کان یدعوا وھارون علیه السلام یئمن وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایجتمع ملأ فیدعوا بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ تعالیٰ.

رواہ الحاکم بحوالہ منہاج السنن (۲/۱۷۴) شرح الترمذی۔

اور دیگر احادیث سے سب نمازوں کے بعد دُعا ہونا ثابت ہے۔پس اس کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کلیۂ استحباب دُعا کا بعد صلوٰۃ ثابت ہو گیا تو اب یہ ضروری نہیں کہ ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو۔فتاویٰ دار العلوم دیوبند (۹/۱۹۰) اس عبارت میں سب نمازوں کے بعد۔عبارت مفرداً، اجتماعاً فرض اور سنت سب کو شامل ہے۔

اکابرین دیوبند کے اقوال

(۱) فتاویٰ دار العلوم دیوبند کا حوالہ مذکور ہوا۔

(۲) دیوبند کا روحِ رواں حضرت مولینا شاہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری (۴/۱۷) میں رقم طراز ہے۔

لاریب ان الادعیة دبر الصلوات قد تواترت لا ینکر اما رفع الایدی فثبت بعد النافلة مرةً او مرتین فالحق بھا الفقھاء المکتوبةَ ایضاً وذھب ابن تیمیة وابن القیم الیٰ کونه بدعةً بقی ان المواظب علیٰ امر لم یثبت عن

النبی علیہ السلام الا مرة او مرتین کیف هی فتلک الشاکلة فی جمیع المستحبات فانها تثبت طوراً فطوراً ثم الامة تواظب علیها نعم نحکم بکونها بدعةً اذا افضیٰ الامر الیٰ النکیر علیٰ من ترکها.

اس عبارت میں شاہ صاحب نے نفل اور فرض دونوں کے بعد بہیئہ اجتماعیہ علی الدوام ثابت کیا البتہ التزام کو بدعت قرار دیا اور یہ بھی واضح کیا کہ مطلقاً نفل کے بعد بہیئہ اجتماعیہ کو بدعت کہنے والا ابن تیمیہؒ ہے۔ لہٰذا خان بادشاہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کا تابع ہے علماء دیوبند اور احناف کا نہیں۔

(۳) علماء دیوبند کا مایہ ناز مفسر، محدث، مفتی ومرشد اور ہر فن میں تصنیف کا شہسوار حکیم الامت مولینا تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ جلد اول کے آخر میں ایک رسالہ ذکر کیا ہے جس میں مطلق دعا جو انفراداً، اجتماعاً بعد الفرض والسنن کو شامل ہے۔ چاروں ائمہ کی تصریحات سے ثابت کیا ہے اور اس کو بدعت کہنے والوں پر خوب رد کیا ہے۔ جس کا ابتدائی حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ بعد حمد صلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب "مسلک السادات الیٰ سبیل الدعوات" کا خلاصہ ہے جس کو علامہ فاضل شیخ محمد بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا ہے۔ اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لئے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے میں (اشرف علی تھانوی) نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا تاکہ ان بیباک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعا بعد نماز بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ بنابریں حضرت تھانویؒ اور مفتی مالکیہ نے دعا کی استحباب بحوالہ احادیث ثابت کیا علیٰ العموم انفراداً اجتماعاً بعد الفرض و بعد السنن اور جو اس کے کسی فرد کو بدعت کہتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اس کو بے باک قرار دیا۔ کیونکہ حضرت

فرماتا ہے کہ دعا بعد نماز، یہ فرض اور سنت دونوں کو شامل ہے۔

(۴) صحابہ کرام سے:۔ حکایت صحابہؓ کے ساتواں باب کے ابتداء میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کے اجتماعی دعا کا ذکر ہے جو اس کتاب کے (ص ۷۸) پر ذکر ہے۔ اس طرح اسی (ص ۷۸) میں تبلیغی اجتماع کے دعا کا ذکر ہے جو وعظ کے بعد ہوتا ہے اور وعظ سنت عمل ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ المواعظ علیٰ المنابر سنة الانبیاء. بلکہ ۱۲ اپریل ۲۰۰۶ء میں اشاعت التوحید والسنۃ والوں کا پنج پیر میں اجتماع تھا اس کے متعلق پہلے سے اخبار میں لکھا کہ دعا فلاں وقت ہوگا عجیب انصاف ہے کہ اجتماع کے بعد تو دعا بہیت اجتماعیہ اتنی ضروری ہے کہ اس کی تشہیر کریں لیکن سنت نماز کے بعد یہی دعا بدعت ہوئی بریں عقل باید گریخت۔ مولنا اشرف علی تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند استاد الکل شیخ الحدیث مولنا نصیر الدین غورغشتوی رحمہم اللہ ابو حنیفۂ ہند مفتی کفایت اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات دعا بعد از سنن بغیر الالتزام کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن پنج پیری حضرات اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اس لئے بندہ نے عرض کیا کہ اس بنا پر وہ بڑی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں قرآن وحدیث اور سلف صالحین سب کی مخالفت کرتے ہیں۔

ابوالحسن معاویہ سلفی

دار العلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل وضلع ہری پور

پنج پیری یعنی مماتی ٹولہ دیوبندی نہیں

پشاور میں ملنے کا پتہ

ٹل میں ملنے کا پتہ

مکتبہ عثمان غنیؓ

جوئی روڈ نزد
اڈا مسجد ٹل